یہ کتاب (رحماء بینھم) صرف اُردو ہی میں
منفرد نہیں بلکہ عربی لٹریچر میں بھی اس قسم کی کوئی
مفصل کتاب احقر کے علم میں نہیں ہے۔ مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ

تعارف و تصانیف
حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

دار الکتاب

شمس الدین شریک دورہ حدیث

Shamsuldin

Shamsulhaque

Sha

مولانا محمد نافع مدظلہ

شخصیت اور معرکۃ الآراء تصانیف کا تعارف

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

دارالکتاب
کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور 042-7235094

نام کتاب: مولانا محمد نافعؒ شخصیت اور معرکۃ الآرا تصانیف کا تعارف

مؤلف: مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

اشاعت (اوّل): اگست 2009ء

ناشر: دارالکتاب اردو بازار لاہور۔ 0300-8099774

قیمت: ....

اہتمام
حافظ محمد ندیم

فہرست

تقریظ/تاثرات

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ' امابعد

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ کی ذات وطن عزیز کے مذہبی، علمی، تحقیقی اور تصنیفی و تالیفی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی چند منفرد تصانیف جواب تک منظر عام پر آئی ہیں، تحقیق واستناد میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ اول تا آخر پڑھ لیجیے ان میں کوئی بات، کوئی روایت اور کوئی واقعہ ایسا نظر نہیں آئے گا جس پر فاضل مصنف نے بنیادی اور مستند ترین مآخذ کا حوالہ نہ دیا ہو۔ زیادہ تر مقامات پر تو اصل عبارت کے الفاظ بھی درج کر دیے ہیں۔ پھر ایک ایک روایت کے حوالہ میں متعدد مآخذ ومراجع کے حوالہ جات جہاں مصنف کی وسعتِ نظر اور محنت و جاں فشانی کی نشان دہی کرتے ہیں، وہاں اس موضوع پر تحقیق کرنے والے اہل علم کے لیے رہنمائی ہی نہیں بلکہ ''پکی پکائی'' کھانے کا کام دیتے ہیں۔ ان حوالہ جات کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ہر کتاب کے حوالہ میں اس کی جلد، باب، فصل اور ''تحت'' کی وضاحت نے محققین کے لیے مزید آسانی پیدا کردی ہے۔ علاوہ ازیں فاضل مصنف نے کمال علمی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بعض مقامات پر معاصرین کا حوالہ دینے میں بھی ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

ان تمام تصانیف کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ سب کی سب اول تا آخر حضرت مولانا محمد نافع صاحب کے اپنے ذاتی مطالعہ اور اپنی ذاتی محنت وکاوش کا ثمرہ ہیں۔ ایسا نہیں کہ سارا مواد تو کسی ضرورت مند تنخواہ دار یا عقیدت مند محقق نے ترتیب دیا ہو اور اس کا استحصال کرتے ہوئے بطور مصنف کسی دوسرے باوسائل آدمی اور صاحب ادارہ کا نام ہو۔ حضرت مولانا موصوف نے اپنے کتابی ذوق سے جامعہ محمدی کے کتب خانہ میں پہلے نادر و نایاب اور حوالہ جاتی کتب کا ذخیرہ جمع کیا۔ پھر ہر کتاب کو مرتب کرتے وقت مآخذ ومراجع، کتابیات میں درج سینکڑوں ضخیم اور کئی کئی جلدوں پر مشتمل کتابوں کو شیلفوں سے خود نکالا۔ خود حوالہ جات تلاش کیے، خود ہی انہیں نوٹ کیا اور کتاب میں متعلقہ مقام پر درج کیا۔ پھر کتابت کے بعد ان کا پروف بھی خود ہی پڑھا۔ غرض تمام

تصانیف کی ترتیب وتالیف اور تصحیح کے تمام مراحل خود ہی طے کیے۔

زیرِ نظر مختصر سی کتاب حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ کی انہی کتابوں کے مختصر تعارف پر مشتمل ہے جسے محترم مولانا مشتاق احمد چنیوٹی نے بڑی باریک بینی، ذوق شوق اور عقیدت سے مرتب کیا ہے۔ ظاہر ہے کسی کتاب کا تعارف اصل کتاب کا متبادل نہیں ہوسکتا۔ کتاب کی واقعی قدر و قیمت اور اہمیت و افادیت تو اہل کتاب کے دیکھنے سے ہی سامنے آتی ہے۔ اس کے باوجود زیرِ نظر کتاب نے مولانا محمد نافع صاحب کی تصانیف کا کافی حد تک تعارف کرا دیا ہے۔

یہاں دارالکتاب کے مدیر برادرم حافظ محمد ندیم صاحب نے جس شایانِ شان انداز میں کتاب ہذا کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا ہے، اس کا ذکر نہ کرنا بھی ناانصافی ہوگا۔ کتاب کی عمدہ طباعت، معیاری کاغذ، مضبوط جلد اور خوبصورت و دیدہ زیب ٹائٹل ان کی فنی مہارت اور حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ سے دلی عقیدت کا مظہر ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم کتاب ہذا کی اشاعت کا مقصد پورا فرمائے اور ملتِ اسلامیہ خصوصاً پاکستانی قوم کو مطالعہ کا ذوق وشوق عنایت فرمائے۔ آمین

حافظ محمد سعد اللہ
مدیر مجلّہ ''منہاج''
دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور
۲۰۰۹ء-۷-۶

تعارف تصانیف

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ

(جامعہ محمدی شریف چنیوٹ ضلع جھنگ)

تحریر: مشتاق احمد چنیوٹی

(مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ)

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ جامعہ محمدی شریف کے معروف علمی، دینی و سیاسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے خود کو سیاست سے الگ رکھتے ہوئے تمام عمر تدریس اور تحقیق و تصنیف میں صرف کی۔ آپ نے دورِ حاضر میں عظمت صحابہ کرام کو اجاگر کرنے اور ان کے کردار پر ڈالے گئے الزامات و افتراءات کو دور کرنے میں تحریری طور پر بے مثل کام کیا ہے۔ آپ کے تحقیقی کام کی خوبصورتی یہ ہے کہ

(۱) غیر جانبدارانہ انداز تحریر اپنایا ہے۔

(۲) کسی فرد یا مسلک کی دل آزاری سے پاک ہے۔

(۳) انداز تحریر ایسا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے متعلق شکوک و شبہات خود بخود دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(۴) آپ کی تصانیف موجودہ فرقہ ورانہ کشمکش سے پاک ہیں، آپ نے کئی مقامات پر لکھا ہے کہ میری تحریریں موجودہ مناظرانہ و مخاصمانہ فضا سے ہٹ کر ہیں، میں اپنی کسی کتاب کا جواب الجواب لکھنے کا شوق نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف نے اہل سنت کے تمام مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث) کے علاوہ معتدل مزاج اور انصاف پسند شیعہ حضرات کو بھی متاثر کیا ہے۔

مختصر سوانح حضرت مولانا محمد نافع

اسم: (مولانا) محمد نافع ولد حضرت مولانا میاں عبدالغفور صاحبؒ

وجہ تسمیہ: حضرت مولانا محمد نافع کے والد گرامی حضرت مولانا میاں عبدالغفور صاحبؒ (خلیفہ مجاز مجاہد اعظم رئیس الاحرار خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ متوفی ۱۹۲۹ء، خانقاہ سیال شریف ضلع، سرگودھا) ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء رج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔

ان ایام میں حاجیوں کی سواری کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کے لیے اونٹ استعمال ہوتے تھے چنانچہ آپ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کے لیے اونٹوں کی سواری اختیار کی اور مدینہ طیبہ کے ''نافع'' نامی ایک شخص سے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ آپ کو اپنے اس شتربان کا نام بہت پسند آیا۔

مولانا عبدالغفور صاحبؒ جب حج سے واپس تشریف لائے تو قریباً ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء میں آپ کے ہاں فرزند متولد ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام ''نافع'' تجویز کیا اور اسم ''محمد'' تبرکاً شامل کر کے ''محمد نافع'' رکھا۔

پیدائش

ایک اندازہ کے مطابق ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب) (یہ تاریخ اندازاً ذکر کی گئی ہے ورنہ صحیح تاریخ پیدائش کہیں تحریراً نہیں پائی گئی)۔

تعلیم و تربیت

آں موصوف نے اپنے والد گرامی سے ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد ابتدائی دینی کتب کی تعلیم استاذ مولانا اللہ جوایا شاہ صاحب (التوفی ۱۳۶۲ھ) اور اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ سے حاصل کی۔

اور پھر اس کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد کچہری بازار لائل پور (فیصل آباد) میں داخل ہوئے جہاں مولانا محمد مسلم صاحب عثمانیؒ اور مولانا حکیم عبدالمجید صاحبؒ سے فصول اکبری، علم الصیغہ اور نحو میر صغریٰ و کبریٰ وغیرہ کتب پڑھیں۔

اسی دوران قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ

نے دارالعلوم جامع محمدی شریف کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری فاضل دیوبند بطور صدر مدرس تشریف لائے۔

چنانچہ مولانا محمد نافع صاحب واپس گھر تشریف لائے اور مقامی دارالعلوم ''جامعہ محمدی شریف'' میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور علم نحو میں ہدایۃ النحو۔ کافیہ الفیہ اور شرح جامی، علم فقہ میں قدوری۔ ہدایہ (اولین) وغیرہ معقولات میں ایساغوجی، مرقاۃ، شرح تہذیب، اور قطبی کا کچھ حصہ پڑھا۔ اس دوران جب جامعہ ہذا میں حضرت مولانا قطب الدین صاحب اچھالوی مدظلہ تشریف لائے تو آپ نے ان سے قطبی کا باقی حصہ اور میبذی پڑھیں اور علم فقہ میں شرح وقایہ (اخیرین) اور علم بلاغت میں مختصر معانی وغیرہ کتب پڑھیں۔

مولانا شیر محمد صاحب سے نورالانوار اور شرح وقایہ (اولین) وغیرہ کتب پڑھیں۔

بعد ازاں ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں جامعہ محمدی شریف میں مولانا غلام احمد صاحب لاہوری کے مشہور شاگرد مولانا احمد بخش صاحب از موضع گدائی (ڈیرہ غازی خان) تشریف لائے تو ان سے آپ نے جلالین، شرح نخبۃ الفکر، ہدایہ (اخیرین) اور دیوان متنبی وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔ مزید حصول علم کے لیے آپ واں بھچراں (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے اور قریباً سات ماہ میں حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب سے مشکوٰۃ شریف حمد اللہ عبدالغفور (حاشیہ شرح جامی) وغیرہ کتب پڑھیں۔ اس کے بعد ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں آپ نے موضع انی ضلع گجرات میں مشہور استاذ مولانا ولی اللہ صاحب گجراتی (المتوفی شوال ۱۳۹۳ھ/نومبر ۱۹۷۳ء) سے شرف تلمذ حاصل کیا اور مختلف فنون اصول فقہ میں توضیح تلویح، مسلم الثبوت میر زاہد ملا جلال، میر زاہد رسالہ قطبیہ، میر زاہد امور عامہ اور قاضی مبارک اور شرح عقاید نسفی ومطول وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی اور آخر ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث شریف معروف طریقہ سے مکمل کیا۔ یہ وہ دور تھا جب اس مشہور دارالعلوم میں شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مفتی ریاض الدین صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سینکڑوں طلباء کو علوم دینیہ کا درس دیتے تھے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ جیل فرنگ میں قید تھے۔ مولانا محمد نافع نے مذکورہ بالا حضرات سے دورۂ حدیث پڑھا۔ چنانچہ جب آپ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کو سند فراغ ۱۳۰۵۴ سے نوازا گیا۔ یہ سند ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء میں حاصل ہوئی۔ آپ جب واپس وطن ہوئے تو

اسی سال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں اپنے مقامی دارالعلوم جامعہ محمدی میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔ قیام پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد تنظیم اہل سنت والجماعت سے تعلق قائم رہااور رافضیت کے خلاف کام کیا۔ پھراس کے ساتھ تحقیقی اور تصنیفی کام کی طرف متوجہ ہوئے اور تنظیم اہل سنت کے ہفت روزہ جریدہ ''الدعوۃ'' میں تحقیقات نافعہ کے عنوان سے مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کیے۔ اسی دوران آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے ماہنامہ ''الفاروق'' کے لیے بھی کئی مضامین مختلف موضوعات پر تحریر کیے۔

جب ۱۹۵۳ء/۱۳۷۳ھ میں تحریک ختم نبوت مرزائیت کے خلاف شروع ہوئی تو اس میں بھر پور عملی حصہ لیا اور گرفتاری پیش کی اور تین ماہ پہلے جھنگ میں پھر بورسٹل جیل لاہور میں گزارے۔ وہاں سے رہائی کے بعد اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے مشورہ اور ہدایات کے موافق کتاب ''**رحماء بینھم**'' کے موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لیے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔ **رحماء بینھم** نے اپنے اچھوتے موضوع کے باعث اہل علم سے بڑی داد پائی اور عالمی شہرت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے مزید کئی کتابیں تحریر کیں جن کا تعارف آگے آ رہا ہے۔ آپ کئی سالوں سے صاحبِ فراش اور نقل وحرکت سے معذور ہیں۔ اس کے باوجود بھی حسب ہمت مطالعہ وتحقیق میں مصروف رہتے ہیں۔ ع......

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

(۱)

رحماء بینھم (چار جلد)

کتاب کی وجہ تسمیہ

قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اشداء علی الکفار رحماء بینھم یعنی صحابہ کرامؓ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں (سورۃ الفتح)۔

اس آیت کی مناسبت سے حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے کتاب کا نام **رحماء بینھم** تجویز کیا۔

کتاب کا موضوع

اس کتاب کے موضوع کا تعارف ناشر حضرات نے بہت عمدہ انداز میں کرایا ہے، اسے من و عن نقل کیا جاتا ہے۔

اسلام کی محیر العقول ترقی کی رفتار کے سامنے جب باطل قوتیں بے بس ہوگئیں اور اس کی روز افزوں قوت و طاقت کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں تو یہ دشمنانِ دین متین کھلی دشمنی کے بجائے زیرِ زمیں سازشوں کا جال بچھانے لگ گئے۔ انہوں نے اپنی منافقانہ حیلہ سازیوں سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا شیرازہ بکھیرنے کو موثر اور کارگر حربہ سمجھا۔ شیخینؓ کے دَورِ خلافت تک تو ان کا کوئی بس نہ چل سکا۔ فاروقِ اعظمؓ کے دَورِ حکومت کی بے پایاں وسعتوں سے جہاں ان کی آتشِ غیظ و غضب نارِ جہنم کی طرح بھڑک رہی تھی وہیں اس وسیع قلمرو کے دُور دراز علاقوں میں انہیں سازشوں کا جال پھیلانے کا موقعہ میسر آ گیا، فاروقی دَور ختم ہوتے ہی یہ فتنے ہم رنگِ زمیں جال لے کر کونے کھدروں سے باہر نکل آئے، جن کا سرخیلِ لشکر عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ، اولادِ علیؓ، اور آلِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفیوں، مظلومیت اور محرومیوں کی جھوٹی من گھڑت داستانیں سنا سنا کر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے۔ منافقین کے اس ٹولہ نے جھوٹے پروپیگنڈے کا وہ چکر چلایا کہ کئی سادہ دل مسلمان بھی اس جال

میں پھنس گئے اور تفرقہ کے دروازے کھل گئے۔

کتاب **رحماء بینھم** کے مؤلف نے سالہا سال کے مطالعہ و تحقیق، تلاش و جستجو اور ریسرچ سے اس عجمی سازش کو بے نقاب کیا ہے اور اسلامی اتحاد و اخوت کی بنیان مرصوص میں پڑنے والے ان رخنوں کی صحیح نشاندہی کی ہے کہ کہاں کہاں سے، کن لوگوں کے ہاتھوں اور کس انداز سے یہ مذموم کوششیں ہوئی ہیں اور واضح کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نیز اہل بیتِ کرام نے کس اخلاص، جرأت اور تدبیر سے اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی۔

مؤلف کتاب حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے صدیق اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ، تینوں خلفاء کے ساتھ حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ کے حسنِ سلوک، باہمی تعاون، خانگی مراسم، نسبی تعلقات اور اُمور خلافت میں بھرپور اعانت کو کم و بیش دو سو سے زائد قدیم و جدید کتب کے حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح واضح کیا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس موضوع پر اس دَور میں یہ پہلی مدلل تحقیقی کتاب ہے جو سادہ، رواں اور عام فہم اُردو میں لکھی گئی ہے۔

اتحاد بین المسلمین اور اتحاد عالمِ اسلام کے ضمن میں اس کتاب کو اس لحاظ سے اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ موصوف نے مخالفینِ اسلام کے تفرقہ اندازی کی اصل بنیادوں کی نشاندہی کر کے اس سازش کے تاروپود بکھیر دیئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے جہاں یہ اطمینان قلبی حاصل ہوگا کہ تمام صحابۂ کرام، اہل بیت عظام سمیت باہم شیر و شکر تھے۔ ان میں اختلاف کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہیں یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اسلام کی صداقت و حقانیت، عالمگیر حیثیت اور غلبہ کے سامنے باطل کبھی ٹھہر نہیں سکا اور جب بھی اسے ضعف پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے لیے افتراق و تشتت ہی کا حربہ استعمال میں لایا گیا۔

جس طرح تفرقہ اندازی سے یہودی شاطروں نے اس دور میں اسلام سے اپنی شکستوں کا بدلہ لیا۔ اسی طرح آج کے دور میں بھی باطل قوتیں اسی چال سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مذموم کوششیں کر رہی ہیں۔ جس سے ہر حساس، دردمند اور صاحب فکر مسلمان کو باخبر رہنا لازم ہے اور اپنے شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کی سعی بلیغ فرض ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا یہ حصہ ''صدیقیؓ'' ہے، حصہ ''فاروقیؓ'' اور حصہ ''عثمانیؓ'' مدوّن و مرتب ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مسئلہ اقربا نوازی بھی اسی کتاب کی چوتھی جلد کی حیثیت سے شائع ہو چکی ہے۔ ''رحماء بینھم'' اپنی مکمل صورت میں تاریخ اسلام کے اہم ترین موضوع پر سب

سے زیادہ مبسوط اور مدلل کتاب ہے اور اس کتاب کی اشاعت سے ان شاءاللہ اہل انصاف کے ذہنوں سے بہت ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی اور تاریخ اسلام کے پہلے مرحلے میں اکابر صحابہ کرامؓ کے درمیان تعلقات کی نوعیت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے۔

سنِ تصنیف

اس تصنیف کی تکمیل شعبان ۱۳۹۱ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔

(حصہ اوّل صدیقیؓ) کے مضامین پر ایک نظر

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے کتاب کے آغاز میں پانچ تمہیدیں قائم کی ہیں، جس میں کتاب کے اسلوب تحریر اور مقاصد تصنیف بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد شروع مقاصد کا عنوان قائم کر کے صحابہ کرامؓ کی عظمت اور ان کے باہمی اتفاق واتحاد پر قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے پانچ آیات تحریر کی ہیں اور مدلل و مربوط انداز میں اپنا مدعا بیان کیا ہے۔

پہلا باب

اس باب کے تحت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ وحضرت فاطمہؓ کے باہمی اعتماد اور حسنِ سلوک کو کتب شیعہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس بحث میں درج ذیل نکات قابل ذکر ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ وفاطمہؓ کے نکاح میں حضرت ابوبکرؓ کا کردار۔

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے باہمی روابط

(۳) مسئلہ فدک اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی حقوق

(۴) سیدہ فاطمہؓ کی بیماری کے دوران حضرت ابوبکرؓ کی بیوی اسماءؓ بنت عمیس کی تیمار داری و خدمت گزاری۔

(۵) سیدہ فاطمہؓ کی وصیت، ان کی وفات اور نماز جنازہ

امور مذکورہ پر بحث کے دوران ضمنی طور پر مصنف مدظلہ نے ایک طویل حاشیہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے ''اخطب خوارزم کا درجۂ اعتماد'' آپ نے ثابت کیا ہے کہ یہ شخص ایک غالی شیعہ تھا اور جعلی روایات وضع کر کے پھیلایا کرتا تھا۔ اس بحث کے آخر میں آپ نے ایک عالمانہ نکتہ رکھا ہے کہ

رطب و یابس جمع کرنے والے علماء اوران کی تصنیفات کے متعلق پانچ قسم کی صورتیں پیش آتی ہیں۔ ہر قسم کے علماء اوران کی تصنیفات کی آپ نے متعدد مثالیں دے کر اپنے مؤقف کو واضح کیا ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ یہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ صرف الشیخ الحبر النحر یر وغیرہ الفاظ دیکھ کر کسی پرانے عالم کو معتبر نہ سمجھا جائے جب تک اس کے عقائد ونظریات کی صحت اوراس کی تصنیفات کا پایۂ اعتبار معلوم نہ ہو جائے۔اس لیے کہ علمائے سوء ہر دور میں موجود رہے ہیں اورانہوں نے بہت کچھ رطب و یابس اکٹھا کر دیا ہے۔

شیعہ علماء اور ذاکر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہؓ اور اہل بیتؓ کے درمیان لڑائی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں، ان کا یہ مذموم پروپیگنڈہ چودہ صدیوں سے جاری ہے اور دورِ حاضر میں یہ پروپیگنڈہ کچھ اور رخ اختیار کرتا جارہا ہے۔ فاضل مصنف مدظلہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے خوشگوار تعلقات پر مبنی متعدد واقعات مستند حوالوں کے ساتھ ذکر کیے ہیں اور مخالفین کے زہریلے پروپیگنڈہ کا موثر جواب دیا ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کا ایک دوسرے سے دینی امور میں رہنمائی حاصل کرنا بھی مستند روایات سے ثابت ہے، حضرت علی المرتضیٰؓ کی والدہ محترمہ کے دفنانے میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمات پر بھی آپ نے روشنی ڈالی ہے۔

ایک تنبیہ

حضرات صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ میں عناد، دشمنی اور قطع تعلقی کی روایات درجۂ استناد رکھتی ہیں یا نہیں؟ فاضل مصنف مدظلہ نے ان روایات کی تین صورتیں تحریر فرمائی ہیں جو کہ اہل علم کے لیے لائق مطالعہ ہیں۔

مسئلہ فدک کی بحث

سنی شیعہ کے درمیان اختلافی مسائل میں مسئلہ فدک کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مولانا محمد نافع مدظلہ نے مدلل انداز میں ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے زمانۂ خلافت میں باغ فدک سے سیدہ فاطمہؓ اور دیگر اہل بیتؓ کو ان کا حق دیا کرتے تھے۔

اس سلسلے میں پھیلائے گئے تمام شبہات بے بنیاد اور سفید جھوٹ پر مبنی ہیں...... آپ نے اس سلسلہ میں ایک مدلل اور طویل بحث کی ہے اور صحیح بخاری کی بعض روایات کا غلط مطلب پیش کر

کے مخالفین حضرت ابوبکرؓ پر جو طعن و تشنیع اور سب و شتم کرتے ہیں ان روایات کا صحیح مطلب عالمانہ و محققانہ انداز میں بیان کیا ہے کہ ایک منصف مزاج اور خوفِ خدا رکھنے والا شخص ان شبہات کو اپنے دل و دماغ سے پاک کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایک عجیب لطیفہ

فاضل مصنف نے ایک عجیب لطیفہ نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ و فاطمہؓ کی باہمی ناراضگی کے ایک موقع پر ان کے درمیان صلح کراتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: **انما هي بضعة مني ومن اذاها فقد اذاني**...... لیکن یار لوگ کمال ہنرمندی سے اس حدیث کو حضرت ابوبکرؓ پر منطبق کر دیتے ہیں۔

مسئلہ فدک پر اگرچہ مولانا محمد نافع مدظلہ نے ایک طویل بحث کی ہے تاہم آپ نے اس مسئلہ پر اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی مرحوم کی کتاب ''تحقیق فدک'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے جو کہ جامع مسجد ثانی اثنین بشیر کالونی سرگودھا کے پتہ پر خط لکھ کر منگوائی جا سکتی ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے جس طرح حضرت فاطمہؓ کی مرض الوفات میں تیمارداری کی، آپ کی وصیتوں کو پورا کیا وہ جانبین کے باہمی خلوص پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح شیعہ مذہب کی کتابوں سے آپ نے ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ حضرت فاطمہؓ کا جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھایا۔

ضمنی طور پر یہ بحث بھی قابل دید ہے کہ نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ جائز ہے، پانچ کے ساتھ نہیں۔

دوسرا باب

افسانہ نویس قسم کے لوگوں نے درج ذیل غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت بہت دیر سے کی۔

۲۔ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے تھے۔

مولانا محمد نافع مدظلہ نے کتاب کے دوسرے باب میں ان دونوں غلط فہمیوں کا ازالہ کیا

ہے۔ یہ بحث ستر صفحات پر مشتمل ہے جو کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

تیسرا باب

اس باب میں فاضل مصنف مدظلہ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے باہمی خوشگوار تعلقات کو جانبین یعنی سنی وشیعہ کتب سے مدلل اور جامع انداز میں ذکر کیا ہے اور دونوں بزرگوں کے باہمی خوشگوار تعلقات کے ثبوت میں متعدد واقعات ذکر کیے ہیں۔

چوتھا باب

اس باب کا عنوان ہے ''فضائل سیدنا ابوبکرؓ الصدیق اور سیدنا عمر فاروقؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ کی زبانی'' یہ عنوان اس قدر واضح ہے کہ تفصیلات کا تعارف کرانے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

پانچواں باب

حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ اور دیگر اہل بیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خوشگوار تعلقات اس باب میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، سات فصلیں ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کی اہل بیتؓ سے رشتہ داریاں

اس باب کی چھٹی فصل میں مولانا محمد نافع مدظلہ نے حضرت ابوبکرؓ کی اہل بیتؓ سے درج ذیل رشتہ داریاں تفصیل سے ذکر کی ہیں۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا نبی کریمؐ سے نکاح۔

۲۔ حضرت جعفر طیارؓ کی بیوہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس کا حضرت صدیق اکبرؓ سے نکاح

۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی بیوی قریبۃؓ الصغریٰ

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں بالفاظ دیگر حضرت ام سلمہؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کی سالی ہیں۔

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی صاحبزادی حفصہ بنت عبدالرحمٰن جو کہ قریبۃ الصغریٰ زوجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ ان کا نکاح یکے بعد دیگرے درج ذیل حضرات سے ہوا۔

الف) حضرت منذرؓ بن زبیرؓ بن عوام

ب) حضرت حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب

د) حضرت عاصمؓ بن عمرؓ بن خطاب

۵۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور حضرت علیؓ کے پوتے علی بن حسینؓ المعروف زین العابدین باہم سگے خالہ زاد بھائی ہیں۔ یزدجرد شاہ فارس کی ایک لڑکی محمد بن ابی بکر کے نکاح میں اور دوسری لڑکی حضرت حسینؓ کے نکاح میں تھی۔

مولانا محمد نافع مدظلہ کہتے ہیں کہ یزدجرد کی بیٹیوں کے قیدی بن کر آنے کی روایات تسلیم کرنے کی صورت میں یہ پانچویں رشتہ داری لکھی گئی ہے ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ ان روایات پر اہل علم کی خاصی وزنی جرح ہے جو کہ لائق توجہ ہے۔

۶۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی لڑکی ام فروہؓ، امام محمد باقرؒ کے نکاح میں تھیں اور ام فروہ کے بطن سے امام جعفر صادق پیدا ہوئے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ام فروہؓ کی والدہ کا نام اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے اور والد کا نام قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پوتا اور پوتی دونوں کی شادی ہوئی، ان سے ام فروہ پیدا ہوئی جو حضرت جعفر صادق کی والدہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے دوبار جنا ہے یعنی میرے دوہرے نانا ہیں۔ یہ تمام رشتہ داریاں شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں، جنہیں مصنف مدظلہ العالی نے باحوالہ جامع انداز میں لکھا ہے۔

ساتویں فصل بھی قابل دید اور قابل غور ہے جس میں اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ اہل بیتؓ میں حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھنے کا رواج تھا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت سیدنا علیؓ کے تین بیٹوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان تھے۔

۲۔ حضرت سیدنا حسنؓ کے دو بیٹوں کا نام ابوبکر اور عمر تھا۔

۳۔ امام زین العابدین کے بیٹے کا نام عمر تھا۔

۴۔ حضرت امام حسینؓ اور امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں بھی ابوبکر نام پایا جاتا ہے۔

۵۔ حضرت موسیٰ کاظم اور حضرت علی الرضا کی ایک ایک بیٹی کا نام عائشہ تھا۔

نتائج بحث

۱۔ حضرت صدیق اکبرؓ اوران کی اولاد کے حضرت علی المرتضیٰؓ اوران کی آل واولاد کے ساتھ تعلقات خوشگوار تھے باہم رشتہ داریاں تھیں اوراہل بیت نبوی نسل درنسل اپنے بچوں کے نام حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ اور بچیوں کے نام حضرت عائشہؓ کے نام پر رکھتے تھے۔

۲۔ حضرت صدیق اکبرؓ اوراہل بیتؓ میں باہم دشمنی اور حضرت صدیق اکبرؓ کے اہل بیتؓ پر ظلم وستم کی داستانیں محض افسانے ہیں۔کوئی شخص اپنے دشمنوں کے ساتھ نسل درنسل رشتہ داریاں قائم نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے نام پر رکھتا ہے۔

رحماء بینھم جلد دوم (فاروقی)

وجہ تصنیف

رحماء بینھم جلد دوم لکھنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔اس کے متعلق کتاب کے آغاز میں ناشرین نے بہت عمدہ انداز میں تحریر کیا ہے۔ہم اسے نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔

خلیفۂ ثانی سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کی شخصیت ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہی ہے۔آپ کا اسلام لانا جس قدر اہلِ اسلام کی تقویت۔اسلامی قوت کے لیے استحکام اوراعلاء کلمۃ اللہ کی مساعی میں موثر ترین ذریعہ ثابت ہوا۔اسی قدر خرمن باطل کے لیے برقِ جہاں سوز اور کفر وضلالت کی کھیتی کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ایک فرد کے دل کی دنیا کیا بدلی کہ مکہ کی پوری آبادی ایک نئے انقلاب سے روشناس ہوئی۔

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم!
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

گلشنِ اسلام کے باغباں نے جس سدا بہار پودے کو خالقِ کائنات سے تزئین گلشن کی خاطر مانگ کرلیا تھا۔اورجس کی دیکھ بھال، تربیت اور نشو ونما خصوصی توجہ سے فرمائی تھی۔وہ عمرؓ بن الخطاب، جسے آنحضورؐ نے قربِ خاص عنایت فرمایا۔تعلیم آیاتِ الٰہی اور حکمت سے آراستہ کیا، تزکیۂ نفس سے اس کے دل کو منور کیا اوراس جوہر قابل کو ہر پہلو درخشندہ فرمایا تھا۔خلیفہ رسول

مقبول علیہ افضل التحیات والتسلیمات صدیق اکبرؓ نے اپنی وفات کے وقت قوم کی باگ ڈور انہی کے سپرد کردی۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین کے لگائے ہوئے گلزار کو حضرت فاروق نے محیر العقول توسیع دی۔ تزئین وترتیب سے رشکِ جنت بنایا۔ امن وآشتی کے لحاظ سے بہشت کا نمونہ پیش کردیا۔ حسنِ انتظام سے پوری دنیائے اسلام کو ایک خوشحال گھرانے کی صورت عطا کی۔ اسلامی سلطنت کو قوت واستحکام میں ایک نا قابل تسخیر قلعہ بنا ڈالا۔

دنیا کی عظیم سلطنتوں (ایران وروما) کی مادی طاقتوں اور یہودیت ونصرانیت، بت پرستی اور ستارہ پرستی کی مذہبی قوتوں کو فاروق اعظم کی پرجلال شخصیت کے ہاتھوں وہ ضرب لگی کہ مدتوں سر نہ اُٹھا سکیں۔ مسلمانوں کے مثالی اتحاد، اخوت اور باہمی تعاون کے باعث اس بنیانِ مرصوص میں یہ باطل قوتیں رخنہ نہ ڈال سکیں۔ اپنی عبرتناک شکستوں کا بدلہ لینے میں مکمل طور پر ناکام ہوگئیں اور مدافعت کی ہر کوشش سے کلیۃً مایوس ہوگئیں تو فاروقِ اعظمؓ کی وفات کے بعد سازشی لوگوں نے اپنی ناکامیوں کا بدلہ چکانے کے لیے جھوٹے پروپیگنڈے کا سہارا لیا اور سازشوں کا جال بننا شروع کردیا۔

چونکہ عرب وعجم کی باطل قوتوں نے سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے ہاتھوں زک اٹھائی تھی، اس لیے ان کی زہر چکانیوں کا سارا زور انہی دونوں باطل شکن شخصیتوں کے خلاف صرف ہوا لیکن ان کے سیرت وکردار، بے داغ سیاست، حکومت کے حسنِ انتظامات، مثالی عدل و انصاف اور زہد واتقاء پر تو حرف نہیں لا سکتے تھے کہ ان کا جھوٹ کھلتا تھا، کسی پہلو بھی انگلی نہیں رکھ سکے تو شیطان نے انہیں نئی چال سکھلائی کہ حبِ اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حسنین کریمینؓ اور ان کی اولاد کی محرومیوں اور مظلومیتوں کی فرضی داستانیں گھڑ گھڑ کر نشر کرنے لگے اور غلط مفروضے بنا بنا کر انہیں الگ فریق ثابت کرنے کی ناپاک کوششیں کرنے لگے۔

اس تمام جدوجہد سے ان کا مقصد اسلام کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر کے اسلامی غلبہ وقوت کو کمزور کرنا تھا لیکن حضور رحمۃ للعالمین، رؤف ورحیمؐ کے تمام جاں نثار رحماء بینھم (آپس میں مہربان) اور انما المومنون اخوۃ کا مثالی نمونہ تھے۔ وہ اپنی مخلصانہ اور بے غرضانہ محبت و مودت میں رخنہ اندازی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے جس طرح صدیقی و فاروقی دَورِ خلافت میں انتظامی معاملات، مشوروں اور عملی تعاون سے حق اخوت ومودت ادا کیا تھا۔ اسی طرح اپنے دورِ خلافت میں عام خطابات، پرائیویٹ مجلسوں اور کھلی گفتگوؤں میں شیخینؓ

کے حق میں کلماتِ خیر فرمائے اور خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں کو سزائیں دیں۔ انہیں جلا وطن کیا اور بڑی وضاحت کے ساتھ ایسے لوگوں سے اپنی براءت ظاہر کی۔

یہ کتاب اسی زہر کا تریاق ہے۔ اس پروپیگنڈے کی قلعی کھولنے کی کوشش ہے۔ اسلام کے بکھرتے ہوئے شیرازہ کی شیرازہ بندی کی سعی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "رحماء بینھم" کی تفسیر و تشریح اور توثیق ہے۔

کتاب "رحمآء بینھم" کے حصہ فاروقی میں حضرت علیؓ اور حسنین شریفینؓ اور عمِ رسولؐ حضرت عباسؓ، ابن عباسؓ اور فاروق اعظمؓ کے مابین روابط و تعلقات ، باہمی حسن تعاون، آپ کی قدر دانی اور ہر دو خانوادوں کی آپس کی رشتہ داریاں، شفقت و پیار اور ادب واحترام کے تاریخی واقعات و حقائق اور فرامین و بیانات کو بہت سی کتب سے جمع کیا گیا ہے۔

اس بات کا التزام پیش نظر رکھا گیا ہے کہ ہر دو خانوادوں کے مراسم اور تعلقات کا کوئی پہلو تشنہ تکمیل نہ رہ جائے اور اس کے ثبوت میں ہر دَور کی قدیم و جدید کتب سے استفادہ کیا جائے۔ واقعات کی توثیق و تائید کے لیے صحابۂ کرام پر اعتراض کرنے والے گروہ کی مشہور و مستند کتب سے حوالے عوام کے سامنے لائے گئے ہیں کہ حقیقت عیاں ہونے پر ان کی صحابہ دشمنی کی بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں۔

مزید برآں بعض اُن الزامات کے تحقیقی جوابات بھی دیئے گئے ہیں، جو فاروق اعظمؓ کے بے داغ دامن پر تھوپنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے انشاء اللہ العزیز ہر منصف مزاج اور متلاشیِ حق و صداقت فرد کے دل کو تسکین ہوگی اور شکوک و شبہات کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کتاب کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشے اور قارئین کرام کو اپنے اسلاف صالحین کے نقش قدم پر چلنے اور باہمی حسنِ تعلق و حسنِ معاشرت کی توفیق عنایت فرمائے۔

مضامین کا تعارف

پہلا باب

اس باب میں متعدد فصلیں ہیں:

پہلی فصل: اس فصل میں حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر حضرت علی المرتضیٰؓ کا بیعت کرنا

سنی وشیعہ ہردوفریق کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے۔

دوسری فصل: حضرت علیؓ کی زبانی حضرت فاروق اعظمؓ کے فضائل ومناقب نقل کیے گئے ہیں اور اعتراضات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں ۹ عنوانات قائم کر کے بیسیوں روایات نقل کی گئی ہیں۔

دوسرا باب

پہلی فصل: اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے زمانۂ خلافت میں حضرت علیؓ قاضی تھے اور لوگوں کے معاملات کے متعلق فیصلے کیا کرتے تھے۔ اگر حضرت علیؓ کا کسی سے کوئی جھگڑا ہوتا تو وہ اپنا مقدمہ حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ متعدد مثالیں دے کر مدعا ثابت کیا گیا ہے۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ نیک دل پاک فطرت اور باہمی خوشگوار تعلقات رکھنے والے تھے۔

دوسری فصل: میں یہ ثابت کیا ہے کہ شرعی مسائل میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ ایک دوسرے سے مشورہ کیا کرتے تھے، اس دعویٰ کو سنی شیعہ کتب سے دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ شبہات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

تیسری فصل: اس میں انتظامی معاملات کے متعلق ہر دو بزرگوں کا باہم مشورہ کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ ان مشورہ طلب امور کے ۹ عدد واقعات ذکر کیے گئے ہیں، نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے کئی مواقع پر حضرت سیدنا علیؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔

چوتھی فصل: اس فصل میں معتبر دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ نہ صرف شیر وشکر تھے بلکہ حضرت علیؓ اموالِ غنیمت میں سے اپنا حصہ بھی دور فاروقیؓ میں وصول کیا کرتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ کو عطیات بھیجا کرتے تھے جو وہ قبول کر لیتے تھے۔

تیسرا باب

اس باب میں بھی چار فصلیں ہیں:

پہلی فصل: حضرت فاروق اعظمؓ کا حضرت سیدہ ام کلثومؓ بنت علی المرتضیٰؓ سے نکاح اس فصل میں ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین کے شبہات کے مفصل جوابات دیے گئے ہیں خصوصاً یہ جو

بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سیدہ فاطمہؓ کا گھر جلا دیا، ان سے سخت کلامی کی وغیرہ......ان غلط اور ناپاک الزامات کا مصنف مدظلہ نے تسلی بخش جواب اس فصل میں دیا ہے۔

دوسری فصل: اس فصل میں سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا علیؓ کے باہمی تعلقات کے اثبات کے لیے مولانا محمد نافع مدظلہ نے متعدد تاریخی واقعات مستند حوالہ جات کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ صفحہ ۲۱۸ کے حاشیہ میں سیدنا فاروق اعظمؓ کے متعلق ایک عظیم بہتان کا آپ نے تسلی بخش جواب دیا ہے۔ اسی طرح علمائے انساب کی پانچ معتبر کتابوں کے آپ نے حوالے دیے ہیں کہ وہ بھی حضرت عمرؓ کا حضرت ام کلثومؓ سے نکاح تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں سے سترہ (۱۷) حوالہ جات نقل کر کے حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کو ثابت کیا ہے اور فائدہ ثانیہ کے عنوان سے مخالفین کے اس الزام کو مدلل طور پر ردّ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں ام کلثومؓ بنت ابی بکرؓ تھیں، ام کلثومؓ بنت علی المرتضیٰؓ نہ تھیں۔ آپ نے مدلل انداز میں ثابت کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے نکاح میں ام کلثومؓ بنت علی المرتضیٰؓ ہی تھیں......نہ کہ ان کی ہم نام کوئی اور عورت۔

کتاب کے صفحہ ۲۷۴ پر حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے اسلام، ہجرت، خلافت اور دیانت داری کے متعلق حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی گواہی نقل کی گئی ہے۔ یہ گواہی اس لیے نقل کی گئی ہے تاکہ مخالفین پر سند رہے۔ واضح رہے کہ مخالفین حضرت عمرؓ کے اسلام، خلافت اور محاسن حسنہ کے منکر ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے انتقال کے وقت جو مجلس شوریٰ منتخب کی تھی اس میں حضرت علیؓ کو بھی شامل کیا تھا یہ بات فاضل مصنف مدظلہ نے شیعہ مذہب کی چھ کتابوں سے باحوالہ ثابت کی ہے۔

کتاب کے صفحہ ۲۹۲ پر حضرت فاروق اعظمؓ کی تدفین میں حضرت علیؓ کی شمولیت باحوالہ ثابت کی ہے۔

چوتھا باب

اس باب کی پہلی فصل میں حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کے ساتھ فاروق اعظم کے تعلقات اور باہم عقیدت مندی کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ دوسری فصل میں حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمرؓ کے باہمی روابط اور مراسم درج ہیں۔

پانچواں باب

اس باب میں پانچ فصلیں قائم کر کے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے متعلق حضرت علیؓ کی آل و اولاد میں سے امام زین العابدین اور ان کے بیٹے زید، امام محمد باقر، امام جعفر صادق کے فرمودات اور تعریفی کلمات مدلل انداز میں لکھے گئے ہیں۔

پانچویں فصل میں مولانا محمد نافع مدظلہ نے اہل بیتؓ کے نوزائیدہ بچوں کے نام سیدنا عمر فاروقؓ کے نام پر رکھنا مخالفین کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ کے ایک بیٹے کا نام عمر تھا۔

۲۔ حضرت حسنؓ کے آٹھ بیٹے تھے ایک کا نام عمر تھا۔

۳۔ حضرت زین العابدینؒ کے ایک بیٹے کا نام عمر تھا۔

نتیجہ بحث

مباحث مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیتؓ خصوصاً حضرت سیدنا علیؓ کی حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے ساتھ کوئی مخالفت اور دشمنی نہ تھی ورنہ وہ اپنے بیٹے کا نام عمر نہ رکھتے، حضرت عمرؓ کی قائم کردہ مجلس شوریٰ کے رکن نہ بنتے اور حضرت عمرؓ کی سپرد کردہ ذمہ داریاں نہ نبھاتے اور خصوصاً اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ، حضرت عمرؓ کے نکاح میں نہ دیتے۔

رحماء بینھم جلد سوم (حصہ عثمانی)

اس کتاب میں حضرت سیدنا عثمان غنیؓ اور حضرت سیدنا علیؓ بن ابی طالب اور ان کے خاندان کے درمیان خوشگوار تعلقات ذکر کیے گئے ہیں اور جا بجا مخالفین کے شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے۔

تمہیدات

اس عنوان کے تحت قبول روایت کے متعلق اہل سنت کے چند قواعد وضوابط بتائے گئے ہیں اور اس کی تائید میں علمائے شیعہ کے بیان کردہ اصول بھی نقل کیے گئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے برخلاف ہو اس کو ہماری

طرف منسوب سمجھ کر قبول مت کرو۔

خاندان بنی ہاشم اور خاندان حضرت عثمان کی رشتہ داریاں ایک نظر میں

یہ عنوان قائم کر کے حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے دونوں خاندانوں کی باہمی سات رشتہ داریاں نقل کی ہیں۔ جن میں سے تین رشتے تو بہت مشہور و معروف ہیں۔

۱۔ اروٰی بنت کریز بنت ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم جو حضرت علیؓ کی پھوپھی زاد بہن ہیں، حضرت عثمان غنیؓ کی والدہ ہیں۔

۲۔۳۔ حضرت سیدہ رقیہؓ اور حضرت سیدہ ام کلثومؓ جو کہ نبی کریمؐ کی صاحبزادیاں ہیں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ اس طرح حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ ایک دوسرے کے ہم زلف تھے۔

ان سات رشتہ داریوں کی کتب شیعہ سے باحوالہ تفصیلات کتاب کے پہلے باب میں موجود اور لائق مطالعہ ہیں۔

دعوت غور و فکر

تاریخی رطب و یابس کے سیلاب میں بہنے والے اور صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے ثلاثہؓ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق منفی آراء و افکار رکھنے والے حضرات غور فرمائیں کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے خاندان کی باہم رشتہ داریاں ان دونوں بزرگوں اور ان کے خاندانوں کی قطع تعلقی پر دلالت کرتی ہیں یا باہمی کمال درجہ کے اعتماد و محبت پر؟

حضرت علیؓ کے ایک صاحبزادہ کا نام عثمان تھا، اگر حضرت عثمانؓ خدانخواستہ ان ناپسندیدہ کاموں میں واقعۃً مشغول ہوتے جو ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں تو حضرت علیؓ اپنے بیٹے کا نام عثمان نہ رکھتے اور عہد عثمانیؓ میں امور دینیہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیتے اور حضرت عثمانؓ کی معاونت نہ کرتے۔

وہ حضرات جو غلط پروپیگنڈہ سے متاثر ہیں ان کے لیے یہ سوالات لمحۂ فکریہ ہیں؟

الیس منکم رجل رشید؟

دوسرا باب

اس باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے کسی قسم کے جبر و اکراہ کے بغیر جس طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بیعت کی تھی اسی طرح اپنی رضا مندی سے حضرت عثمانؓ کی بھی بیعت کی تھی۔

تیسرا باب

اس باب میں متعدد موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ کے نکاح اور شادی میں حضرت عثمانؓ کی طرف سے مخلصانہ اعانت اور امداد۔
۲۔ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے مومن، صالح، متقی اور محسن ہونے کی گواہی
۳۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کے باہمی مراسم
۴۔ حضرت عثمانؓ کے حق میں بنی ہاشم کے بیانات

چوتھا باب

چوتھے باب میں حضرت عثمان غنیؓ کے سیدنا علی المرتضٰی اور دوسرے ہاشمی بزرگوں کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً باہمی مشورہ سے احکام شرعی کا نفاذ، حضرت عثمانؓ کی جانب سے مختلف عہدوں پر ہاشمی بزرگوں کی تقرری۔ حضرت عثمانؓ کا ہاشمی جنازوں کا پڑھانا، خلافت عثمانیہ کے دور میں بنی ہاشم کی جہاد کی شرکت، حضرت عثمان کا اہل بیت کے مالی حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنا۔

فاضل مصنف نے ان تمام عنوانات کو سنی وشیعہ کتب سے ثابت کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا حضرت علی اور دیگر اہل بیت کے ساتھ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں تھا۔ جو افسانے یار لوگ بیان کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں. وہ محض جھوٹ بلکہ سفید جھوٹ ہیں۔

پانچواں باب

اس باب میں مولانا محمد نافع مدظلہ نے مدلل بحث کی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کے ان کی شہادت تک خوشگوار تعلقات رہے اور جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا تو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی حضرت عثمانؓ کے گھر کا پہرہ

دینے پر ڈیوٹی لگا دی تھی۔ اس پہرہ کی وجہ سے باغی دروازہ سے اندر داخل نہ ہو سکے تو وہ دیوار پھلاند کر اندر گھسے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت علیؓ کی اولاد میں سیدنا عثمانؓ کا نام مروّج تھا

حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کو اتنا محبوب رکھتے تھے کہ آپ کے ایک صاحبزادے کا نام عثمان بن علی بھی ہے جو کہ میدان کربلا میں حضرت حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

اس کتاب کی تکمیل ربیع الاول ۱۳۹۸ھ میں بمطابق مارچ ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔

رحماء بینھم جلد چہارم (مسئلہ اقرباء نوازی)

اس کتاب میں حضرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ سے اقرباء نوازی کے طعن کو صاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا دامن خلافت اس میں داغدار نہیں اور حضرت عثمانؓ حد جواز سے متجاوز نہیں۔ نیز عثمانی خلافت کی ایک گونہ مختصر تاریخ اس میں آ گئی ہے اور حضرت عثمان کے عہدہ دار رشتہ داروں کی خدمات اور کردار کو صحیح طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کے مضامین کا تعارف

اس کتاب کے پانچ ابواب ہیں۔ ہر باب کو بحث کا نام دیا گیا ہے۔ ہر بحث ایک جداگانہ موضوع سے متعلق ہے۔

بحث اوّل

اس میں عہد عثمانی کے حکام اور مناصب پر ان کا باہمی تناسب ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۷ مقامات میں بیس عدد غیر اموی حکام تھے اور صرف چار مقامات پر چند اموی حاکم تھے۔

بحث ثانی

اس بحث میں عہد عثمانی کے حکام کی صلاحیت واہلیت کا تذکرہ ہے جن پر معترضین نے عثمانی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اعتراض وارد کیا۔ مثلاً ولید بن عقبہؓ۔ سعید بن العاصؓ، عبداللہ بن عامر، امیر معاویہؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور مروان بن حکم، مولف نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ پختہ مزاج حاکم عالم باعمل اور انصاف پسند تھے اور امت کے ممتاز دانشور اور باصلاحیت منتظم تھے۔

بحث ثالث

اس میں اس چیز کا بیان ہے کہ صرف عہد عثمانی میں ہی اقرباء کو مناصب نہیں دیے گئے بلکہ عہد رسالت، عہد فاروقی اور عہد مرتضوی میں بھی اپنے اپنے اقرباء کو مناصب دیے گئے جن کو واقعات کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔

بحث چہارم

اس بحث میں یہ وضاحت معتبر اسناد کے ساتھ کر دی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ اپنے رشتہ داروں کو اپنی جیب سے عطیات دیتے تھے، بیت المال سے نہیں دیتے تھے۔

بحث پنجم

میں اس اعتراض کی صفائی پیش کی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد کے آخری مراحل میں شرعی احکام کی خلاف ورزی کی اور حدود اللہ کو پامال کیا تھا۔ اس سلسلہ میں امام بخاریؒ، علامہ ابن عربیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہم کے صفائی کے بیانات پیش کیے گئے ہیں، نیز شہادت عثمانی کے اصل اسباب کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اعدائے اسلام کو دشمنی تھی جس کو انہوں نے قتل عثمان کے ذریعے پورا کیا۔

مسئلہ اقرباء نوازی کا طرز استدلال اور انداز بیان اتنا واضح ہے کہ اہل سنت اس کے مطالعہ سے مزید شرح صدر حاصل کریں گے اور معترض یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ میں نے ذوالنورین کے روحانی کردار کو دھندلکے میں ڈالنے کی جسارت کیوں کی۔

وباللہ التوفیق.

ان تمام مباحث میں مصنف مدظلہ نے اپنوں اور غیروں کے بیان کردہ شکوک وشبہات کا جابجا ازالہ کیا ہے اور علمی تحقیقات کے موتی بکھیرے ہیں جو کہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مروان بن الحکم کا تعارف

مروان بن الحکم کے متعلق تاریخ میں اتنا رطب و یابس جمع کیا گیا ہے کہ بہت سے سنی حضرات بھی ان کے بارے میں ذہن صاف نہیں رکھتے۔ مولانا محمد نافع مدظلہ نے تقریباً ساٹھ صفحات مروان بن الحکم کی شخصیت اور کردار پر لکھے ہیں۔ جس میں انہوں نے مستند کتابوں سے یہ

ثابت کیا ہے کہ مروان اعلیٰ درجے کی علمی قابلیت اور فقاہت رکھتے تھے اور انہیں فقہاء میں شمار کیا گیا ہے۔ان کی روایات موطا امام مالک، اور موطا امام محمد، مصنف عبدالرزاق، مسند امام احمد اور صحیح بخاری میں موجود ہیں، وہ دینی مسائل میں صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے۔ مروان کی اقتدا میں حسنین شریفین نمازیں ادا کرتے رہے ہیں۔ مروان کا علمی مقام واضح کرنے کے بعد مصنف مدظلہ مروان کے متعلق شبہات کے ازالہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن میں مروان کے والد کی جلاوطنی کا مسئلہ اور عہد عثمانی میں مروان کا کردار سرفہرست ہے۔ مروان کو مطعون کرنے والی تاریخی روایات کا ایک جائزہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔ بنوامیہ کے حق میں حضرت علی کے اقوال اور مروان کی مذمت کی روایات علماء کی نظروں میں اس بحث کے اہم عنوانات ہیں۔ یہ کتاب چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے پایۂ تحقیق کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں ۹۰ سنّی کتابوں میں اور تئیس شیعہ کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

حضرت علی کی اولاد اور مروان کے خاندان کے باہمی رشتے

مولانا محمد نافع مدظلہ نے معتبر حوالہ جات سے حضرت علی کی اولاد اور مروان کے خاندان کی پانچ باہمی رشتے داریاں ثابت کی ہیں۔ جن میں سب سے اہم رشتہ داری یہ ہے کہ حضرت علی کی صاحبزادی ''رملہ'' مروان بن حکم کے لڑکے معاویہ کے نکاح میں تھی۔

رحماء بینھم پر
اکابر علماء کی آرا اور تبصرے

مولانا محمد تقی عثمانی

مدیر ''البلاغ'' واستاذ حدیث دارالعلوم کراچی

مخدومی المعظم دامت الطافہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ باعث صد مسرت وافتخار ہوا۔ ''رحماء بینھم'' باقی دو حصوں کی تکمیل سے بے حد مسرت ہوئی پہلے حصے سے احقر نے کافی استفادہ کیا تھا اور اسے اپنے موضوع پر لاجواب پایا تھا۔ انشاءاللہ باقی حصے بھی اسی شان کے ہونگے۔ ان کا اشتیاق کرتے انتظار لگ گیا ہے۔

کتاب ''اقربا نوازی'' کے بارے میں آپ نے جو تحریر فرمایا ہے اسے پڑھ کر حیرت بھی ہوئی اور آپ کی تواضع پر رشک بھی آیا۔ میں اس بارے میں آنجناب کو کیا کوئی مفید مشورہ دے سکتا ہوں؟ آپ نے اس موضوع پر محنت کی ہے اور ماشاءاللہ بڑا مفید مواد جمع فرمایا ہے۔ اس لیے میں جناب کی معلومات میں کیا اضافہ کرسکتا ہوں؟ البتہ اپنے بزرگوں کے مذاق کے مطابق اس بات کا خیال ضرور رہتا ہے کہ ایک صحابی کا دفاع کرتے ہوئے کسی دوسرے صحابی کی شان میں کوئی ادنیٰ گستاخی یا اس کا شائبہ نہ ہونے پائے۔ امید ہے کہ اس کا آنجناب نے بھی پورا لحاظ رکھا ہوگا۔ تاہم اگر حکم ہوگا تو بہ نیت استفادہ مسودہ کو دیکھنا اپنی سعادت سمجھونگا۔ البتہ مسودہ منگواتے ہوئے اس لیے ڈرتا ہوں کہ یہ بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر اس کی نقل شدہ یا مصور کاپی ارسال فرمائیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو میں انشاءاللہ اشاعت کے بعد کتاب سے استفادہ کرلونگا۔ مسودہ کہیں ڈاک وغیرہ میں ضائع نہ ہوجائے۔ دعاؤں کا بے حد محتاج ہوں۔

والسلام احقر محمد تقی عثمانی

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مدیر ماہنامہ ''بینات'' نیوٹاؤن کراچی

مخدوم و معظم ''زیدت مجالیہم السلام علیکم ورحمتہ اللہ'' رحماء بینہم' اور'' مسئلہ اقربا نوازی'' کا ایک ایک نسخہ موصول ہوا۔ اول کو تو ایک ہی دن میں ختم کر کے دم لیا۔ دوسرے کا دو تہائی پڑھ چکا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے بڑی متانت واعتدال کے ساتھ لکھا ہے جس میں نہ کسی کی دل آزاری ہے، نہ مسلک اہل حق سے انحراف۔ اور سب سے بنیادی نکتہ جس پر نظر مرکوز رہی ہے قبائلی تعصب سے اس معاشرے کا پاک ہونا۔ یہ ہر جگہ نمایاں ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

قاضی ابوبکر بن عربی کو بعض لوگوں نے نواصب میں شمار کیا ہے۔ اگرچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ان سے استشہاد کرنا کافی ضمانت ہے۔ تاہم بہتر ہوگا کہ ان کے حوالوں کے ساتھ تائیدی حوالے بھی نقل کروائے جائیں۔

آپ کی کتابیں کیا کراچی میں دستیاب ہیں۔ ہیں تو کہاں سے ملیں گی؟

دعوات صالحہ کی درخواست ہے۔ والسلام

(محمد یوسف ۲۴،۸،۱۴۰۱ء)

مولانا محمد چراغ صاحب

جامعہ عربیہ (رجسٹرڈ) گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) میں نے کتاب ''مسئلہ اقرباء نوازی'' ضمیمہ ''رحماء بینہم'' تصنیف عزیزم مولانا محمد نافع سلمہ اللہ تعالیٰ کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔

(۲) کتاب نہایت آسان اور سادہ زبان گویا ''سھل منتفع'' ہے کوئی الجھن گنجھلک نہیں اپنے مطالب میں بالکل واضح ہے۔

(۳) عزیز مولف کی محنت اور تلاش کتب نہایت ہی قابل قدر ہے اور اس میں کافی جدوجہد کرنی پڑی ہے۔

(۴) کتاب میں مناظرانہ رنگ نہیں کوئی پروپیگنڈہ یا مخالف کی توہین و تقبیح نہیں کی گئی نہایت نرم زبان بغیر تشدد و جارحیت کے تحریر کی گئی ہے بلکہ مخالف کو ''دوست، احباب'' اور ''بزرگ'' جیسے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ ہو (ص ۳۵، سطر ۷) ''معترض دوست کہتے ہیں'' (ص ۵۵، سطر ۱۰) ''معترضین احباب کی طرف سے'' (ص ۶۹، سطر ۵) ''معترض احباب کو ہدایت بخشے'' (ص ۷۲، آخری سطر) ''معترض احباب نے'' (ص ۷۷، سطر ۲) ''معترض دوستوں نے لکھا ہے'' (ص ۲۱۰، سطر ۸) ''معترض بزرگوں کی جانب سے'' (ص ۲۸۶، سطر ۳۳) ''معترض بزرگوں نے'' ایسے ہی الفاظ اور مقامات میں ملتے ہیں۔

(۵) پانچ بحثوں میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

(۶) پہلے اپنے مضمون کو لکھتے ہیں پھر اس پر حوالہ جات کی بھرمار کرتے ہیں پھر اس کے نتائج کو زیر قلم لاتے ہیں درمیان میں کوئی مخالف کی توہین و تقبیح نہیں کی گئی۔

(۷) خود عزیز مولف کہتے ہیں ص ۲۳، ''عام متداول طرز تصنیف کے خلاف اس کتاب میں یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ عموماً ایک مضمون و مفہوم کو عام ناظرین کرام کے لیے حوالہ کتاب کی عبارت سے پہلے خلاصہ کے طور پر درج کر دیا ہے پھر اس کے بعد اصل حوالہ کی عبارت عموماً

درج کی گئی ہے تاکہ اہل علم حضرات عبارت ملاحظہ فرما کر مضمون کی تسلی حاصل کر لیں' میرے نزدیک یہ طرز تصنیف بہت اچھا ہے کوئی معذرت کی ضرورت نہیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری طرف سے اور دیگر اہل اسلام کی طرف سے مولف کو اس محنت کی جزاء خیر دے۔ آمین

محمد چراغ مہتمم جامعہ عربیہ جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ



مکتبہ جامعہ عربیہ

جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

عزیز مکرم مولانا محمد نافع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' میرے مطالعہ کے بعد ایک صاحب مطالعہ کے لیے عاریتاً لے گئے اس لیے اصل مسئلہ کے متعلق تفصیلی رائے تو دینا مشکل ہے کہ یادداشت کافی خراب ہو چکی ہے۔

اجمالی رائے یہ ہے کہ اصل مسئلہ کو تمام پہلوؤں سے بڑی وضاحت سے بادلائل بیان کیا ہے اور پھر مزید خوبی یہ کہ اکثر پہلوؤں کو طرفین کے حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ، احسن الجزاء فی الدارین۔ والسلام

محمد چراغ از گوجرانوالہ

۱۲، ۹، ۱۴۰۱ھ مورخہ ۱۰، ۷، ۸۱

حضرت مولانا قطب الدین صاحب فارغ التحصیل دیوبند

باسمہ اعظم

محترمی جناب مولانا محمد نافع صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ غریب خانے پہنچ کر سب سے پہلے کتاب اقربا نوازی کا مطالعہ کیا۔ ہر دور میں حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ پر جو مطاعن کیے گئے ان کے اہل حق نے تسلی بخش جواب دیئے لیکن مطاعن کے دفع کرنے کا جو اسلوب کتاب ہذا میں اختیار کیا گیا نہایت مستحسن ہے کہ اس کا تجزیہ

کر کے پہلے عثمانی دور کے عہدے داروں کا مفصل بیان ہے کہ وہ کون تھے بعض وہ تھے کہ دورنبوی سے دور عثمانی تک اپنے عہدوں پر بغیر کسی تبدل وتغیر کے فائز رہے اور بعض عہدوں پر تبدیلی بمصلحت وقت اور رعایا کی اقتضا پر بجائے غیر اموی کے اموی جو قلیل کا المعدوم تھے اور بجائے اموی کے غیر ہوتی لیکن یہ تبدیلی گمراہی اور قومی تعصب سے بالاتر تھی اور یہ تمام صاحب عہدہ اشخاص کچھ رشتہ دار اور کچھ غیر رشتہ دار اپنی نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے ان عہدوں کے اہل اور صلاحیت رکھنے والے تھے لہٰذا یہ بات حضرت امیر عثمانؓ پر اعتراض کے قابل نہیں جیسے کہ بعینہٖ یہی صورت سوآ بسوآ عہد نبوی، عہد فاروقی اور عہد مرتضوی میں قابل اعتراض نہیں سمجھی جاتی۔ نیز حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام کی ایک جماعت کے روبرو مالی عطیات اور اموال بیت المال کا تقسیم کرنا اعتراض کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ اور مروان بن حکم اور بنوامیہ کی حقیقت اور اصلی کیفیت کو اقوال ضعیفہ اور روایات موضوعہ برخلاف اقوال قویہ اور روایات صحیحہ کے گرچہ مکدر کرتی ہیں لیکن کسی شخص کے اوصاف مختلف متضاد میں سے ترجیح ان اوصاف کو ہوتی ہے جن کی اصولی قواعد اور ضوابط تائید کریں جیسے کہ اس کتاب کے ہر مقام اور ہر بحث میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ خلاصۃ المرام کتاب اقربانوازی کی ہر بحث باحوالہ اور دلائل صحیحہ سے مزین ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی تفتیش اور سعی بلیغ کو منظور فرماوے اور جزاخیر عطا فرماوے۔ بندہ بخیریت ہے آپ کی خیریت مطلوب ہے میری طرف سے عزیزوں کو السلام علیکم عرض کردیں۔ فقط والسلام

نوٹ: یہ والا نامہ حضرت الاستاذ مولانا قطب الدین صاحب مدظلہ کی جانب سے کتاب ''مسئلہ اقربانوازی'' کے مطالعہ کے بعد موصول ہوا تھا۔ الحمدللہ اکابر علماء کی تصدیق حاصل ہوگئی ہے۔

گرامی نامہ ہذا، ۳ رشعبان ۱۴۰۱ھ، ۶ رجون ۸۱ کو موصول ہوا۔

سندھ کے معروف اہل حدیث عالم

مولانا محب اللہ شاہ (پیر آف جھنڈا) کا مکتوب

حضرت الفاضل الکریم مولانا محمد نافع صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیریت تامہ ہوگا۔

امابعد! چند ایام پہلے جناب کا والا نامہ جو میرے عریضے کے جواب میں ارسال فرمایا تھا،

موصول ہوا تھا۔ مسرت ہوئی! مہربانی...... کتاب ''رحماء بینھم'' حصہ چہارم پورا دیکھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ کے متعلق (خصوصاً آج کل کے فریقین نے انصاف سے بالکل کام نہیں لیا۔ شیعہ حضرات سے توقع عدل وانصاف کی تھی ہی نہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ اہل سنت والجماعت کے عوام وخواص بلکہ چند علماء تک نے بھی تحقیق سے کام نہیں لیا اور عدل وانصاف کا دامن نہیں تھاما۔ اور محض تاریخی مواد کو جن میں رطب ویابس بلکہ خرافات تک موجود ہیں، ان کو بلا تحقیق از روئے روایت ودرایت نہیں پرکھا بلکہ ان اساطیر کو جس طرح دیکھا نقل کر دیا اور مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے اور مارتے رہتے ہیں اور ستم بالائے ستم کہ ان واہی روایات کو لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسی متبرک ہستی پر اپنی کتب میں اعتراضات کا انبار لگا دیا ہے اور بیہودہ باتوں کا طومار باندھ دیا ہے۔ اس بات کا جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ پھر اسے تحقیق کا نام دیا جاتا ہے، خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر والمقام صحابی پر کتنا عظیم ظلم ہو رہا ہو لیکن ان کی بلا سے۔ وہ بھی جس کو ''بے نزاع'' تحقیق تصور فرماتے ہیں اور قلمبند فرماتے جاتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث بلکہ سارے اسلام کا دارومدار صحابہ کی عدالت پر ہی ہے اگر یہ باقی نہ رہے تو کوئی ایک چیز باقی نہیں رہ سکتی۔

اس لیے واقعی یہ اس قدر ضرورت تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ اہل علم میں سے اس پر قلم اٹھائے اور اصل حقیقت جو ان اساطیر وخرافات کے طوفانِ بدتمیزی میں دب گئی تھی اس سے ان حجابات کو دور کر دے اور اصلی حقائق سے پردہ اٹھا دے تاکہ جو صحیح حقیقت اور امر واقع ہے وہ منظر عام پر آجائے تاکہ عوام اور خواص اس سے مستفید ہوں اور جن بے جا شکوک وشبہات کے وہ شکار ہو رہے ہیں ان سے بھی ان کو نجات مل جائے۔

الحمد اللہ! ثم الحمد للہ آنجناب کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کس عظیم الشان فرض کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آنجناب نے اس ضرورت کو پورا فرما دیا ہے اور اس کتاب رحماء بینھم کے حصہ چہارم میں مستند تاریخی کتب واحادیث صحیحہ واقوال صحابہؓ ومستند علماء امت سے اصل حقیقت اچھی طرح واضح فرما دی ہے اور جو اساطیر کتب تاریخ میں روایت کی گئی تھیں اور جن کی تحقیق کرنے سے بہت سے علماء قاصر رہے ان سب کے متعلق بھی آنجناب نے روایتاً ودرایتاً بحث کر کے ان کی اصل حیثیت واضح کر دی ہے۔ جس سے ان کی صحیح پوزیشن سامنے آجاتی ہے۔ اب حق پسند، منصف مزاج حضرات کے سامنے حق روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا اور ان کے دلوں

میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی عظمت ،صداقت ،امانت و دیانت اوران کا حق پر ہونا جاگزین ہو گیا ہے۔ بلکہ انکا احترام اور بھی دو بالا ہو گیا ہے۔

بہر حال کتاب پڑھ کر میں بے حد مسرت محسوس کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ عوام و خواص، علماء و فضلا بھی اس کا مطالعہ کریں اور اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ ماشاء اللہ آپ نے اس کا نام بھی خوب رکھا ہے۔ "**رحماء بينهم**" واقعی یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔ قرآن حکیم کی سورہ فتح کی آخری آیتِ کریمہ میں صحابہ سے متعلق جو "**رحماء بينهم**" آیا ہے۔ اس کی تفسیر یا اس کا بخوبی نقشہ اس کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے اور اس طرح اس آیت کی گونہ صداقت بھی ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

جزاكم الله خير الجزا في الدنيا والاخرة.

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

والسلام

(مولانا) محب اللہ شاہ درگاہ شریف (پیر جھنڈا) حیدرآباد سندھ

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ کے چچازاد بھائی میاں رب نواز کا خط

مکرم و محترم جناب مولانا محمد نافع صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ .... مزاج بخیر!

مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاتھوں آپ کی مرسلہ کتاب موصول ہو کر موجب تشکر و امتنان ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وبہ طفیل بزرگان دین متین رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ دین قیم کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واقعی نہایت ہی عمدہ اور خوشگوار انداز سے اصحاب کبار بالخصوص خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی محبت بھرے تعلق کو پرانی مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور کہیں بھی قول لَیِّن کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے پایا۔

یہ آپ کی ذاتی مہربانی اور آبائی تعلق کا اظہار ہے کہ مجھ کم استعداد بلکہ ہیچ مداں کو اپنی عالمانہ تالیفات سے نوازتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو دارین میں جزائے خیر سے بہرہ ور

فرمائے۔ آمین۔

دعا گو

میاں رب نواز

مشاہیر حضرات علماء کرام کے تاثرات وآراء سے چند اقتباسات

کتاب ''رحماء بینہم'' کا پہلا حصہ (صدیقی) ترتیب وتدوین کے مرحلہ سے گزرا تو فاضل مصنف نے مشورہ و رہنمائی اور تصدیق وتوثیق کے لیے اکابر علماء کرام اور اس فن کے مشاہیر حضرات کی خدمت میں پیش کیا۔ ضروری خیال کیا گیا ہے کہ ان یگانہ عصر علماء کرام کی آراء سے قارئین آگاہ ہوں۔ بہتر تو یہ تھا کہ ان حضرات کی آراء بلاکم وکاست شامل کی جائیں لیکن خوف طوالت سے چند اقتباسات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

۱۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی

حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب رحمہ اللہ (شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور) نے تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا:

کتاب نہایت محققانہ بسط وتفصیل اور حجت و دلیل کے ساتھ لکھی گئی ہے ماٰخذ وحوالہ جامع، موثق ومعتمد ہیں۔ میرے ذہن میں جو کچھ تھا آپ نے تفصیل کے ساتھ اسے تحریر میں لادیا ہے...... یہ کتاب انشاء اللہ حرف آخر ثابت ہوگی۔

۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (دارالعلوم کراچی) رقمطراز ہیں۔ ماشاء اللہ مستند معلومات جمع فرمائی ہیں جو منصف کے لیے باعث سکون واطمینان اور معاند کے لیے انشاء اللہ مسکت ہوں گی۔

۳۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ (مدرسہ نیو ٹاؤن کراچی) نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

ماشاء اللہ اپنے موضوع پر ایک محققانہ تالیف ہے...... موصوف کی یہ کتاب اہم دستاویز اور کامیاب کوشش ہے اور اہل علم وارباب تحقیق اس کی قدر کریں گے۔

۴۔ حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب، مدیر رسالہ ضیائے حرم

حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری (دارالعلوم غوثیہ بھیرہ) نے لکھا ہے:

حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے ''رحماء بینہم'' لکھ کر انتشار وافتراق کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی پر خلوص کوشش فرمائی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اس پروپیگنڈا کی قلعی کھل جاتی ہے جو صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے تعلقات کو معاندانہ ثابت کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

۵۔ مولانا اللہ یار خان

حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب (آف چکڑالہ) نے تبصرہ عربی زبان میں لکھا چند اقتباسات کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔

''اللہ کی قسم میں نے اس قدر قلیل حجم میں کثیر المنفعت کتاب نہیں دیکھی۔''

''یہ کتاب زریں حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔''

''یہ کتاب اپنی قسم میں نئی اور نرالی ہے۔''

۶۔ علامہ مولانا عبدالستار صاحب تونسوی

مناظر اہل سنت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی نے اپنے تبصرے میں ذیل کے ارشادات رقم فرمائے ہیں:

''مسائل پر بہترین دلائل جمع کیے ہیں اور اثبات مسائل پر قیمتی مواد جمع کیا ہے۔ مجھے مولف کے بیان کردہ حوالہ جات پر اعتماد ہے۔''

۷۔ مولانا دوست محمد صاحب قریشی

مبلغ اسلام مولانا دوست محمد قریشی صاحب (مرحوم ومغفور) نے ذیل کے الفاظ رقم فرمائے۔

مولانا صاحب نے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ رفع تعارض اس طرح فرمایا کہ مذہب بھی اجاگر ہوگیا۔ اور شبہات بھی مندفع ہوگئے۔ کتاب افراط وتفریط سے

پاک ہے۔

پروفیسر محمد اسلم صدر شعبہ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی

۲۴صفر۱۳۹۶ھ

قبلہ محترم زید مجدکم!!

سلام مسنون کے بعد معروض ہوں کہ آنجناب کی تصنیف رحماء بینھم پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ نے جس کاوش اور دیدہ ریزی سے یہ کتاب مرتب کی ہے اس کی داد نہ دینا سخت ناانصافی ہوگی۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر اہل سنت والجماعت پر بڑا کرم فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کو آپ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

آنجناب نے کتاب کے آخری باب میں مولانا فضل اللہ بن روزبھان اصفہانی الخنجی الشافعیؒ کی تصنیف کتاب ابطال نہج الباطل واہمال کشف العاطل کا ذکر فرمایا ہے۔ موصوف نے یہ کتاب حسن مطہر الحلی کی تصنیف ''نہج الحق'' کے رد میں لکھی تھی۔ بعد ازاں نور اللہ شوستری نے اس کا رد تحریر کیا تھا۔ میرے علم میں مولانا فضل اللہ کی ابطال نہج الباطل کا کوئی نسخہ دنیا میں موجود نہیں۔ کیا آپ کے علم میں اس کا کوئی نسخہ ہے؟

میں نے مولانا فضل اللہ بن روزبھانؒ پر کیمبرج یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے لیے چار سال کام کیا تھا۔ اور ان کی تصنیف ''سلوک الملوک'' کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے جسے ۷۴ء میں اسلام آباد یونیورسٹی نے شائع کیا ہے۔ اس ترجمہ کی ضخامت ۵۴۸ صفحات ہوگئی ہے۔ فضل اللہؒ پر میں نے ایک تفصیلی مضمون لکھا تھا جو انگریزی مجلہ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان، ڈھاکہ میں شائع ہوا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ ماہنامہ المعارف لاہور میں اور میری تصنیف ''تاریخی مقالات'' میں طبع ہو چکا ہے۔ میں نے ان کی تمام تصانیف کا اجمالی تعارف کرایا ہے۔

امید ہے کہ آنجناب مع الخیر ہوں گے۔ والسلام مع الاکرام۔

نیاز کیش

محمد اسلم استاذ شعبہ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی

رحماء بینھم (حصہ اوّل)

مؤلفہ: حضرت مولانا محمد نافع صاحب

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انہیں "رحماء بینھم" قرار دیا ہے یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و رحمت کا برتاؤ رکھتے ہیں لیکن صحابہ کے مخالفین نے ان میں سے بعض حضرات کے درمیان ناخوشگوار تعلقات کی اس انداز سے تشہیر کی ہے کہ الامان! خاص طور سے خلفائے ثلاثہ اور حضراتِ اہل بیتؓ کے تعلقات کو اس پروپیگنڈے کا ہدف بنایا گیا ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ (معاذ اللہ) یہ دو مخالف کیمپ تھے جن میں ہمیشہ نزاع و جدال کا بازار گرم رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے یہ کتاب اسی پروپیگنڈے کے جواب میں تحریر فرمائی ہے یہ کتاب کی پہلی جلد ہے جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کے باہمی تعلقات واضح کیے گئے ہیں۔

فاضل مصنف نے پہلے مثبت طور پر ۰۰ روایات بڑی محنت سے یکجا کی ہیں جن سے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرات اہل بیتؓ کے خوشگوار تعلقات پر روشنی پڑتی ہے یہ روایات صرف اہل سنت ہی کی کتابوں سے نہیں لی گئیں بلکہ شیعہ حضرات کی مستند ترین کتابوں سے بھی ان کی بے شمار تائیدات جمع کی گئی ہیں۔ اس کے بعد فاضل مؤلف نے ناخوشگوار تعلقات کے ان قصوں کی حقیقت واضح فرمائی ہے جنہیں رائی کا پہاڑ بنا کر مشہور کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے مستند کتب احادیث و کتب تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ باغ فدک کے مسئلہ میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے درمیان کوئی تکدر باقی نہیں رہا تھا۔ حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ پر خود حضرت علیؓ نے باصرار صدیق اکبرؓ کو امام بنایا تھا۔ نیز حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر چھ ماہ بعد نہیں بلکہ ابتداء ہی میں بیعت فرمالی تھی۔ ان تینوں باتوں کے برخلاف جو روایات کتب حدیث و کتب تاریخ میں پائی جاتی ہیں فاضل مصنف نے ان کی تحقیق کا حق ادا کیا ہے اور غلط فہمی کے اصل منشاء کی ایسی نشاندہی کی ہے جس پر عقل اور دل دونوں مطمئن ہو جاتے ہیں۔

تیسرا باب "حضرت علی مرتضیٰ کا امور مملکت میں صدیق اکبرؓ سے مکمل تعاون" ہے اور چوتھا

باب ''فضائل حضرت صدیق اکبر و عمرؓ، حضرت علی کی زبانی'' اور ان دونوں ابواب میں بھی فاضل مصنف نے بڑی تحقیق و جستجو سے موضوع کے متعلق واضح و روشن روایات جمع فرمائی ہیں جن سے صحابہ کرام کی زندگی کا حقیقی رخ سامنے آتا ہے اور دل میں ایمان و یقین کا نور پیدا ہوتا ہے۔

بلاشبہ ''رحماء بینھم'' علم و تحقیق کے اعتبار سے انوکھی اور نہایت بلند پایہ کتاب ہے جس نے اس موضوع پر ہمارے علمی و تحقیقی سرمایہ میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ فاضل مؤلف کی نظر صرف سنی مآخذ ہی پر نہیں شیعہ مآخذ پر بھی نہایت وسیع و عمیق ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انداز بیان مناظرانہ نہیں دوستانہ اور مشفقانہ ہے۔ کاش! کہ شیعہ حضرات اس کتاب کو ٹھنڈے دل کے ساتھ مطالعہ فرمائیں تو نہ جانے شکوک و شبہات کے کتنے کانٹے ان کے دل سے نکل جائیں ہم عام مسلمانوں سے بھی اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

(ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ، ماہنامہ البلاغ کراچی، از حضرت مولانا تقی عثمانی)

رحماء بینھم (حصہ دوم، سوم)

مولفہ: حضرت مولانا محمد نافع صاحب

اس کتاب کی پہلی جلد پر تبصرہ ''البلاغ'' میں شائع ہو چکا ہے یہ دوسرا اور تیسرا حصہ ہے کتاب کا موضوع یہ ہے کہ حضرات خلفائے راشدینؓ کے درمیان محبت و مودت اور اخلاص و اخوت کا جو رشتہ تھا اس کو واضح کرنے والے واقعات جمع کیے جائیں اور خاص طور پر حضرت علیؓ اور خلفائے ثلاثہ کے باہمی تعلقات کو طرح طرح کی داستانوں کے ذریعے مکدر ثابت کرنے کی جو کوششیں کی گئی ہیں ان کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ پہلی جلد میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرات اہل بیتؓ کے باہمی تعلقات و روابط کو واضح فرمایا گیا ہے۔ دوسری جلد میں حضرت عمرؓ اور اہل بیتؓ کے اور تیسری جلد میں حضرت عثمانؓ اور اہل بیتؓ کے تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سلسلے میں جتنے شکوک و شبہات پیدا کیے گئے ہیں ان کا مدلل اور محققانہ جواب دیا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ آج اس مسئلے میں شدید افراط و تفریط کا دور دورہ ہے۔ شیعیت اور ناصبیت کی کشمکش نے معتدل حقائق پر کذب و افتراء اور اشتعال کی غلیظ تہیں چڑھادی ہیں لیکن فاضل مؤلف نے محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہر موقع پر اعتدال اور علمی وقار کو پوری طرح برقرار رکھا ہے۔

یہ کتاب صرف اردو ہی میں منفرد نہیں بلکہ عربی لٹریچر میں بھی اس قسم کی کوئی مفصل کتاب احقر کے علم میں نہیں ہے اور واقعہ یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے اس اچھوتے مگر ضروری موضوع پر تحقیق کا پورا حق ادا کیا ہے اور یہ کتاب لکھ کر تاریخ ومناظرے کے لٹریچر میں انتہائی گراں قدر اضافہ فرمایا ہے ہماری رائے میں کوئی بھی علم دوست آدمی اس کے مطالعے سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

یہ بات اردو زبان اور اردو خواں حضرات کے لیے مایہ افتخار ہے کہ ایسی کتاب پہلی بار منظر عام پر آئی ہے۔

(محرم الحرام ۱۴۰۱ھ...... ماہنامہ البلاغ کراچی، از حضرت مولانا تقی عثمانی))

مسئلہ اقربا نوازی

تالیف: حضرت مولانا محمد نافع صاحب مد ظلہم۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مد ظلہم العالی ہمارے دور کے ان علماء میں سے ہیں جن پر اس ملک کو علم وتحقیق کے اعتبار سے فخر کرنا چاہئے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مطاعن کے جواب اور ان کے باہمی تعلقات پر ''رحماء بینھم'' کی متعدد جلدوں کا ذکر خیر ان صفحات میں پہلے آچکا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اپنے موضوع پر علم وتحقیق کا ایسا شاہکار ہے کہ صرف اردو ہی میں نہیں شاید عربی اور فارسی میں بھی اس پائے کی دوسری کتاب اس موضوع پر نہیں ملے گی۔

زیر نظر کتاب کو ''رحمآء بینھم'' ہی کی چوتھی جلد کہنا چاہئے لیکن یہ پوری جلد چونکہ صرف ایک ہی مسئلے کی تحقیق کے لیے وقف ہے اس لیے اس کا مستقل نام رکھ دیا گیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ اعتراض بڑے زور وشور کے ساتھ پھیلایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ اس اعتراض کی علمی تحقیق اس کتاب کا موضوع ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے اس مسئلے کی تنقیح وتحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

انہوں نے پہلے یہ بتایا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں کتنے عامل اور اونچے عہدہ دار تھے اور ان میں سے کتنے بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے؟ پھر یہ بتایا ہے کہ ان چند بنو اُمیہ کے حضرات کو کن حالات میں اور کیوں والی مقرر کیا گیا؟ اس کے بعد ان میں سے ایک ایک کے ذاتی حالات کی تحقیق کی ہے اور ان پر لگائے جانے والے الزامات کا محققانہ جائزہ لیا ہے جس سے ایک

انصاف پسند انسان پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان عمال کا تقرر (معاذ اللہ) خویش پروری یا اقربا نوازی کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ ان کو خاص حالات میں ان کی صلاحیتوں کے پیش نظر مقرر کیا گیا تھا۔ اس فیصلے سے اگر بعض صحابہ کرام کو کوئی اختلاف ہوا تو وہ رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس کو "اقربا نوازی" قرار دینا اس پروپیگنڈے کا شاخسانہ ہے جس کے ذریعے اکابر صحابہؓ پر اتہام طرازی کو بعض حلقوں کی طرف سے مستقل مشن بنالیا گیا تھا۔

بہرصورت! یہ اپنے موضوع پر نہایت بلند پایہ کتاب ہے اور معیار تحقیق کی بلندی کے ساتھ ساتھ دامن اعتدال کو کسی جگہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا آج کل جو لوگ "دفاع صحابہ" کے نام پر ناصبیت کے فروغ میں مشغول ہیں یہ کتاب ان کے لیے بھی سرمہ بصیرت کی حیثیت رکھتی ہے۔ البتہ صفحہ ۱۰۰ پر محمد بن اسحاق کے سلسلے میں جو تنقید نقل کی گئی ہے اور ان کے ناقابل اعتبار ہونے کی طرف جس طرح میلان ظاہر کیا گیا ہے وہ فاضل مصنف کی نظر ثانی کا مستحق ہے کیونکہ محدثین اور علمائے جرح و تعدیل کے تمام اقوال کو اگر سامنے رکھا جائے تو محمد بن اسحاق کے بارے میں معتدل بات وہی معلوم ہوتی ہے جو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمائی ہے کہ وہ رواۃِ حسان میں سے ہیں ان کا تفرد اور عنعنہ بے شک صحت کے اعلیٰ معیار پر نہیں پہنچتا۔ لیکن ان کی روایات کو بالکلیہ رد کرنے کے لیے بھی کافی معلوم نہیں ہوتا اور محدثین نے جس کثرت کے ساتھ ان کی روایات لی ہیں اور بالخصوص سیر و مغازی میں ان پر جس طرح انحصار کیا ہے اس کے پیش نظر ان کو بالکلیہ ساقط الاعتبار قرار دینا مبالغہ معلوم ہوتا ہے، واللہ سبحانہ اعلم۔

اس جزوی مشورے سے قطع نظر یہ کتاب اس عہد کی بہترین کتابوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو اس کی تالیف پر جزائے خیر عطا فرمائیں۔

(تبصرہ: ماہنامہ البلاغ کراچی، از مولانا تقی عثمانی...... ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)



سیرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا علی المرتضٰیؓ نبی کریمؐ کے داماد اور چوتھے خلیفہ ہیں۔ بچوں میں آپ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے، تمام غزوات میں برابر شریک رہے، غزوہ خیبر میں ایک قلعہ آپ کے ذریعہ فتح ہوا جس کی وجہ سے فاتح خیبر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

سیدنا علی المرتضٰیؓ ان حضرات میں سے ہیں جن کے متعلق امت کے بعض طبقات نے کافی افراط وتفریط سے کام لیا ہے، بعض حب علیؓ کی آڑ میں صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کرتے ہیں تو بعض حضرت علیؓ کے متعلق بدگمانی رکھتے ہیں۔ افراط وتفریط کی یہ فضا بدقسمتی سے برصغیر پاک وہند میں اپنے عروج پر ہے۔ ان حالات میں افراط وتفریط سے الگ ہوکر درمیانی راستہ اختیار کر کے آپ نے زیرنظر کتاب لکھی ہے جس کے عنوانات ہیں۔ حضرت سیدنا علیؓ کے فضائل ومناقب اور حالات زندگی، عہد نبوی اور حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کی خدمات...... حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت کے احوال، جنگ جمل اور صفین کے پس منظر اور پیش منظر پر غیر جانبدارانہ اور محققانہ گفتگو، اپنوں اور غیروں کے پھیلائے ہوئے شبہات کا ازالہ، مسئلہ خوارج، حضرت علیؓ کے فتوے، معاملات میں عدل وانصاف معاشرتی ومعاشی حالات، خصوصی امامت کا مسئلہ اور ائمہ کا مقام بعض نصائح اور وصایا...... سیدنا علی المرتضٰی اور بعض فقہی مسائل سیدنا علی المرتضٰیؓ کی شہادت کا واقعہ...... تردید مسئلہ رجعت۔ آپ کی اولاد

اس کامیاب کاوش پر حضرت مولانا محمد نافع مدظلھم اور ان کی کتابوں کے ناشر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

سیرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مؤلفہ: حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم العالی، جامعہ محمدی جھنگ۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم العالی ہمارے زمانے کے ان علماء اور محققین میں سے ہیں جن کے تصور سے قحط الرجال کے ہولناک تاثر میں کمی آتی ہے۔ شیعیت ان کا خاص موضوع ہے لیکن شیعیت کی تردید میں انہوں نے مناظرانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے مفاہمانہ روش اختیار کی ہے اور اپنے مخالفین کے لیے کبھی کوئی ثقیل لفظ استعمال نہیں کیا اور اس کے باوجود خالص علمی اور تحقیقی بنیادوں پر بلا مبالغہ شیعہ مفروضات کے پرخچے اڑا دیئے۔ یوں تو مولانا کی ہر تالیف قابل ستائش ہے لیکن خاص طور سے ان کی کتاب ''رحماء بینھم'' اپنے موضوع پر ایسی لاجواب کتاب ہے کہ اردو اور فارسی تو کجا، عربی میں بھی اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

زیر نظر کتاب بھی ان کی تحقیق ونظر کا شاہکار ہے اس کا مرکزی موضوع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات ہے لیکن اس کے ضمن میں بہت سے عقائد اور تاریخی نظریات کے مسائل تحقیقی انداز میں زیر بحث لائے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں پہنچنی چاہئے۔ احقر نے فاضل مؤلف کی خدمت میں بعض طالب علمانہ مشورے بھی پیش کیے ہیں جو انہوں نے فراخ دلی سے قبول فرمائے ہیں۔ بہرصورت! یہ کتاب اپنے موضوع پر بلند پایہ کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، شوال المکرم ۱۴۱۳ھ)

سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر روزنامہ مشرق میں عابد انصاری کا مفصل تبصرہ

سوانح یا سیرت نگاری تحریر اور انشاء پردازی میں غالباً سب سے زیادہ مشکل اور محنت طلب صنف ہے۔ اس راہ میں قدم قدم پر سیرت کو ایسے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جو اکثر بہت صبر آزما اور حوصلہ شکن ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہاں تخیل کی پرواز کی نہیں۔ واقعات اور معاملات کی صداقت کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے۔ اور اگر یہ سیرت خلیفہ چہارم حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ہو تو سیرت نگار کی مشکلات میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علی المرتضیٰ کی ذات و الاصفات کے بارے میں عالم اسلام کی اکثریت افراط وتفریط میں مبتلا نظر آتی ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو اس سلسلے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ جیسا خود سیدنا علی المرتضیٰ

نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرے بارے میں دو طرح کے گروہ پیدا ہو جائیں گے۔ لیکن صحیح لوگ ان میں سے وہ ہوں گے جو درمیانی درجہ میں ہونگے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کی سوانح عمری لکھنے کے بارے میں مشہور دانشور اور اہل علم ڈاکٹر حمید اللہ تحریر فرماتے ہیں" تاریخ اسلام کے کسی شخص کی سوانح عمری لکھنا غالباً اتنا دشوار نہیں ہے جتنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیونکہ بدقسمتی سے اس میں عقائد سے تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ اور سنی و شیعہ معتزلی اور خارجی مورخ بھی بے شعوری میں جذبات سے اتنے متاثر ہو جاتے ہیں کہ آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد بھی دامن سمیٹ کر کوئی ایسی چیز لکھنا آسان نہیں جسے سب قبول کر سکیں۔"

مگر مشکل کو آسان بنانا ہی مردان حق کا شیوہ رہا ہے۔ اور الحمدللہ آج اس نفسا نفسی کے دور میں بھی مردان حق، صاحبان بصیرت اور ارباب علم و دانش موجود ہیں جو نوع انسانی کی فلاح کے لیے مشکل کاموں کو آسان بنانے میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ مولانا محمد نافع جو ایک نامور محقق اور عالم دین ہیں۔ ان کا شمار بھی انہیں مخلص اور دینی خدمت کے جذبہ سے سرشار حضرات میں ہوتا ہے۔ مولانا نے بڑی تحقیق و جستجو اور مطالعہ کثیر کے بعد "سیرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ" کو مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کو مرتب کرنے کے لیے انہوں نے دنیائے اسلام کی مستند ترین کتابوں کا عمیق مطالعہ کیا ہے۔ اور بیشمار شہرہ آفاق تاریخی دستاویزات سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا محمد نافع جامع محمدی شریف چنیوٹ ضلع جھنگ کے نائب ناظم اور ادارہ تحقیق و تالیف اور دارالافتاء کے مہتمم بھی ہیں۔ انہوں نے قبل ازیں کئی دینی تحقیقی کتب مرتب کی ہیں اور علمی و دینی حلقوں میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

سیرت سیدنا علی المرتضیٰ کو تحریر کرتے ہوئے مولانا محمد نافع نے جن عظیم اور گرانقدر کتب سے استفادہ کیا ہے ان میں سے چند ایک کے نام یوں ہیں۔ سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، تاریخ الخمیس، تاریخ ابن خلدون، مسند امام احمد، صحیح بخاری شریف اور البدایہ لابن کثیر۔ ان شہرہ آفاق تصانیف کے نام ہی اس بات کی ضمانت کے لیے کافی ہیں کہ مولانا کی سیرت نگاری میں کتنی جامعیت ہے۔ اور جو واقعات اور بیانات انہوں نے اپنی کتاب میں تحریر کیے ہیں ان کی صداقت ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔

سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مولانا نے قاری کی آسانی کے لیے چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ دور اول حضرت علی کی ولادت کے ذکر سے شروع ہوتا ہے اور ہجرت نبویؐ پر تمام ہوتا ہے۔

دوسرادور واقعہ ہجرت سے لے کر انتقال نبویؐ کے دوران پیش آئے اہم واقعات پر مشتمل ہے۔ دور سوئم خلفائے راشدین ماسوائے حضرت علی المرتضیٰؓ سب کے حالات اور اذکار کے بیان پر مبنی ہے۔ دور چہارم کا عنوان عہد علوی ہے۔ اور اس کا آغاز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بحیثیت خلیفہ منتخب ہونے کے واقعات کے بیان سے ہوتا ہے۔ اس باب میں مصنف نے ان کے عہد خلافت کے تمام اہم واقعات بالخصوص جنگ جمل و جنگ صفین کے حالات پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ انہوں نے ان عوامل اور تحریکات پر بھی روشنی ڈالی ہے جو مذکورہ جنگوں کی اصل بنا قرار دی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا نے صحابہ کرام جن کی ایک خاص تعداد اس وقت بلاد شام میں موجود تھی کے ارشادات کے حوالے دیئے ہیں۔ انہوں نے علماء کبار سے منقول بہت سی روایات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر وہ جنگ وقتال بر بنائے عناد فساد ہرگز نہیں تھے۔ جیسا کہ بعض زائغ عن الحق ناقلین نے لوگوں میں رائج کرنے کی کوشش کی تھی۔

مولانا محمد نافع نے سیرت سیدنا علی المرتضیٰ میں جو اہم اور منفرد کام انجام دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر اہم اور قابل ذکر واقعہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ جو شکوک و شبہات صدیوں سے منسوب چلے آرہے ہیں ان کے ازالے کے سلسلے میں مستند اقوال اور روایات نقل کر دی ہیں تاکہ قاری کو صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں قدرے آسانی میسر آجائے۔

سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مطالعہ سے ان شکوک و شبہات کا بخوبی ازالہ ہو جاتا ہے جو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں ایک عرصہ سے دلوں میں گھر کر چکے ہیں۔ مولانا محمد نافع نے اپنی اس قدرے ضخیم تالیف میں تمام متنازعہ فیہ مسائل کا تذکرہ کر دیا ہے۔ جو عامتہ المسلمین کے ذہنوں میں صاحبان عناد راویوں کی کتب پڑھ کر پیدا ہو گئے ہیں۔ اور جس کی بناء پر سادہ دل مسلمانوں کی اکثریت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سلسلے میں ظن ظنین اور افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس تالیف کا مقصد اولیٰ صحابہ کرام کی عظمت اور ان کے صحیح مقام کی شناخت کرانا اور ان برگزیدہ ہستیوں سے قلبی ارادت و عقیدت کو دوبارہ دلوں میں پیدا کرنا ہے۔ اس دینی خدمت کے لیے جو مساعی جمیلہ مولانا محمد نافع نے فرمائی ہیں اس کے لیے وہ یقیناً قابل ستائش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ آمین

(روزنامہ مشرق لاہور، ۲ر نومبر ۱۹۹۲ء)

سیرت علی المرتضیٰؓ پر ہفت روزہ زندگی لاہور کا اہم تبصرہ

خلفائے راشدین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ترتیب کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک کبار صحابہ میں یہ چاروں نفوس قدسیہ مقام و مرتبہ میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان چاروں کو اسلام میں ممتاز ترین مقام اس لیے بھی حاصل ہے کہ اللہ کے آخری رسولؐ نے انہیں جنت کی بشارت دی اور یہ عشرہ مبشرہ میں خدا کے حکم سے شامل کیے گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلام میں انتشار اور اسے زک پہنچانے والوں کی کمی نہیں رہی۔ حضرت علیؓ کا دور مبارک ایسے ہی مفسد لوگوں کی سرکوبی کرتے گزر گیا۔ اس زمانے میں خوارج اور اسلام دشمنوں کو اسلام کے مضبوط قلعے میں نقب لگانے کا موقع ملا۔ حضرت علیؓ نے بڑی بصیرت اور جرأت کے ساتھ ان لوگوں کی شرارت اور فتنہ پردازیوں کا مقابلہ کیا اور بیشتر میں کامیاب بھی رہے۔ شیعان علیؓ کے بطور ایک فرقہ اٹھ آنے پر معاملات خاصے الجھ سے گئے۔ ایک فرقہ واضح طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بقیہ تینوں خلفائے راشدین پر متقدم، محترم اور برتر ثابت کرنے پر تل گیا اور اس کے لیے دور دور سے کوڑیاں لائی گئیں۔ اسی زمانے میں حضرت علی کو یہ تاریخی فقرہ کہنا پڑا ''میری وجہ سے اسلام کے دو فرقے جہنم میں جائیں گے ایک وہ جو محبت میں غلو کرتے ہوئے بے جا تعریف و توصیف کرنے پر اتر آئے ہیں اور دوسرا وہ جو میری دشمنی میں بے جا تنقید و تنقیص کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔''

اہل سنہ اور اہل تشیع کی سینکڑوں سال کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ دونوں گروہ کئی مقامات پر آمنے سامنے کھڑے نظر آتے ہیں۔ خلافت کا مسئلہ ہو، چاہے باغ فدک، انت منی بمنزلۃ ہارون کا مسئلہ ہو، چاہے حضرت علیؓ کے تراویح پڑھانے کا، چاہے خیبر کے موقع پر علم نبویؐ حاصل کرنے پر، ہر ہر گروہ اپنی بات ثابت کرنے پر تلا نظر آتا ہے۔ بعض کتابیں ایسی بھی منظر عام پر آئیں جو افراط و تفریط کا شکار تھیں جن کی بدولت معاملات و مسائل مزید الجھن کا باعث بن گئے۔ ایسے میں کسی ایسی تصنیف کا معرض عمل میں لانا جس میں نہایت احتیاط اور تحقیق کے واقعی اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہو اور جس کی بدولت حضرت علیؓ کی ذات مبارک کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہو جو اہل تشیع و اہل سنت ہر دو فرقوں کے لیے قبول ہو ایک عظیم کارنامہ قرار دیا جانا چاہیے اور یہ کارنامہ معروف عالم دین اور محقق جناب مولانا محمد نافع نے اپنی تازہ ترین تصنیف ''علی المرتضیٰ'' کی شکل

میں انجام دیا ہے۔

مولانا محمد نافع صاحب کے اسلام کے لیے نفع بخش قلم نے حیات علیؓ سے وابستہ بہت سے تاریخی واقعات کی پہلی مرتبہ نہایت صحت کے ساتھ گرہ کشائی کی ہے۔ جنگ جمل کا واقعہ ہو، چاہے حضرت امیر معاویہؓ کے اعلان خلافت کا، جنگ صفین کا سانحہ ہو یا واقعہ مطالبہ قصاص، ہر ہر واقعہ کا تاریخی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے نہایت حکیمانہ انداز میں صلح جوئی کی نیت کے پیش نظر اپنی تشریح کی ہے اور شیعوں اور سنیوں دونوں بڑے گروہوں کے مستند ترین اور وقیع محققوں اور مورخوں کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مولانا نافع صاحب نے اہل تشیع کی ۳۷ کتابوں کے حوالے شامل کتاب کر کے اسے مزید وقیع اور دلکش بنا دیا ہے۔ کتاب کی تیاری میں جناب نصرت علی اثیر نے بھی اپنا موثر اور تحقیقی کردار ادا کیا ہے۔ اللہ دونوں حضرات کی عمر دراز کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ دور انتشار و افتراق کا دور ہے۔ اب یہ بات شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ فرقہ واریت سے بلند تر ہو کر تصنیف و تالیف کے میدان میں ایسے کام کیے جائیں جو اتحاد امت کا باعث بن سکیں اور الجھے اور نزاعی مسئلوں کی تشریح بھی اتحاد و یکجہتی کے اصولوں کے پیش نظر کی جائے تاکہ امت محمدیہ کی عظمت کا گمشدہ لعل ایک بار پھر مل جائے۔ مولانا محمد نافع کی کتاب ''علی المرتضیٰ'' اس کوشش و سعی کا بہترین ثبوت ہے۔

تبصرہ (تنویر قیصر شاہد..... ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور ۸ تا ۱۴ اگست ۱۹۹۲ء)

(۴)

سیرت حضرت امیر معاویہؓ (جلد اوّل)

حضرت امیر معاویہؓ ان صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جن سے بے جا تعصب برتا جاتا ہے۔ انہیں نامناسب الفاظ میں یاد کرنا، ان پر الزامات کی بارش برسانا بعض لوگوں کا وطیرہ ہے اور اس سلسلہ میں وہ خوف خدا اور دیانت دونوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ یہ معاملہ انتہائی تکلیف دہ ہے کہ اہل السنّت کہلانے والے بہت سے عوام و خواص بھی حضرت معاویہؓ کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور ان کے دل اچھے جذبات سے اور ان کی زبانیں اچھے کلمات سے محروم ہیں۔

کتنے ہی دکھ کی بات ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تو اس گھرانہ سے اپنا رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کو شرف زوجیت عطا فرماتے ہیں جو کہ حضرت ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ہیں لیکن بہت سے مسلمان کہلانے والے لوگ ان بزرگ ہستیوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے ان کی خدمات سے طوطا چشمی اختیار کر لیتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ حضور علیہ السلام کے سسرال پر سب و شتم کرنے سے بات کہاں تک پہنچتی ہے اور بالواسطہ طور پر وہ کس عظیم ہستی ﷺ کی توہین کر رہے ہیں؟

حضرت امیر معاویہؓ کی سوانح اور ان کی اجلی سیرت پر ڈالے شکوک و شبہات کے پردوں کو ہٹانے کی سعادت امت محمدیہ میں سے بہت سے بزرگوں نے حاصل کی ہے۔ ہمارے مخدوم، محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں۔

مضامین کتاب پر ایک نظر

کتاب کے ابتدائی ۳۲ صفحات بطور تمہید یا مقدمہ کے صحابہ کرام کے عمومی فضائل پر مشتمل

ہیں۔فاضل مصنف نے مقام صحابہ کرام واضح کرنے کے لیے درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔

(۱) کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله.

(۲) وکذٰلک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا.

(۳) یوم لایخزی الله النبی والذین اٰمنوا معه نورهم یسعیٰ بین ایدیهم وبایمانهم.

(۴) لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة...... والله غفور رحیم.

(۵) ومالکم ان لاتنفقوا فی سبیل الله ولِلّٰه میراث السمٰوٰت والارض لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقٰتلوا وکلا وعدالله الحسنیٰ والله بما تعملون خبیر.

آیات مذکورہ سے عظمت صحابہؓ ثابت کرنے کے بعد مولانا مدظلہ نے پانچ احادیث اس موضوع پر پیش کی ہیں۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اقوال تحریر کیے ہیں۔

بعدازاں صحابہ کرامؓ کے معیارِ حق ہونے کی شاندار تشریح کی ہے اور عدالتِ صحابہؓ پر منکرین جو اعتراضات وارد کرتے ہیں، ان کا گیارہ نکات میں مسکت جواب دیا گیا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کے چار دور

پہلا دور (ولادت تا آخر عہد نبوی)

اس دور کی تفصیلات صفحہ ۵۷ تا ۱۳۳ پر پھیلی ہوئی ہیں۔

سب سے پہلے بنی امیہ کا امتیازی مقام بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرح بنی امیہ کا خاندان بھی مظلومیت کا شکار ہے۔

بعض تاریخ نویسوں نے بنی امیہ کے روشن کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی ہے فاضل

مصنف نا قابل تردید دلائل کے ساتھ بنی امیہ کا اصل مقام اجاگر کرتے ہیں اور حضرت ابوسفیان کی قبل از اسلام کی زندگی کے حوالہ سے ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہیں۔ مولانا مدظلہ نے حضرت ہندہ بنت عتبہ کی بعد از اسلام کی خدمات کو تفصیل سے اجاگر کیا ہے جو کہ تقریباً دس صفحات پر مشتمل ہے۔

بنی ہاشم اور بنی امیہ کی رشتہ داری

صدیوں سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کی باہمی عداوت کا چرچا جاری ہے حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں، باہمی عداوت کے پروپیگنڈہ کے برعکس ان دونوں خاندانوں میں محبت والفت کے روابط تھے اور باہم رشتہ داریاں قائم تھیں۔ مولانا مدظلہ نے اپنی تصانیف میں جابجا ان رشتہ داریوں پر روشنی ڈالی ہے۔ زیر نظر کتاب میں آپ نے باحوالہ ثابت کیا ہے کہ:

۱۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں اور اس طرح حضرت امیر معاویہ حضور علیہ السلام کے برادر نسبتی تھے۔

۲۔ حضرت امیر معاویہؓ حضور علیہ السلام کے ہم زلف تھے وہ اس طرح کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی بہن قریبۃ الصغریٰ حضرت امیر معاویہؓ کے نکاح میں تھیں۔

۳۔ حضرت معاویہؓ کی ہمشیرہ ہند بنت ابی سفیان، حضرت علی المرتضیٰؓ کے چچازاد بھائی حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں۔

۴۔ حضرت امام حسینؓ کے فرزند علی اکبر کی نانی حضرت میمونہ حضرت ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھیں، بالفاظ دیگر حضرت امام حسین کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی مرہ حضرت امیر معاویہ کی بھانجی ہیں بالفاظ دیگر حضرت امام حسین کی ساس، حضرت امیر معاویہ کی ہمشیرہ ہیں۔

۵۔ حضرت علیؓ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی پوتی لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس حضرت امیر معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نکاح میں تھی۔

ان رشتہ داریوں کو باحوالہ لکھنے کے بعد فاضل مصنف تحریر فرماتے ہیں:

> ''مندرجات بالا سے معلوم ہوا کہ خاندان امیر معاویہؓ خاندان بنو ہاشم کے قریب تر ہے اور یہ کوئی غیر قبیلہ نہیں بلکہ سب اولاد عبد مناف ہیں نیز یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ان ہر دو خانوادوں میں قبائلی عصبیت اور نسلی تعصب نہیں تھا اسلام کے آنے کے بعد دیرینہ عداوتیں اور دھڑے بندیاں ختم ہو چکی تھیں، جو لوگ ان

دونوں قبیلوں کے درمیان قبل الاسلام والی عداوت اور عناد کو بعد الاسلام بھی قائم اور ثابت رکھنا چاہتے ہیں اور وہ حضرات اسے پھر سے قائم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ وہ قبائلی تعصب کا پرچار کرتے ہیں اور یہ درست نہیں حقیقت واقعہ کے برخلاف ہے اور یہ رشتہ داریاں اس تخیل کے غلط ہونے پر بطور واقعات کے شاہد عادل ہیں۔ اسلام نے ان قبائل کو ایک دوسرے کے قریب تر کر دیا تھا اور انہیں جاہلی تعصب سے دور کر دیا تھا اور دینی روابط ان پر غالب آ گئے تھے''۔ (ص ۸۰)

اس کتاب میں درج ذیل عنوانات پر مدلل انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ کا قبول اسلام
۲۔ دورِ نبوت میں غزوات میں شرکت اور حصول غنائم
۳۔ عہد نبوی میں مناصب
۴۔ حضرت امیر معاویہؓ کے خصوصی واقعات وفضائل
۵۔ حضرت معاویہؓ کی عدم فضیلت کے شبہ کا ازالہ
۶۔ امارت وخلافت معاویہؓ کے متعلق ارشادات نبویؐ
۷۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے منکرین کا ردّ

دوسرا دور

حضرت معاویہ کی زندگی کے دوسرے دور میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ خلفائے راشدینؓ کے دور میں بھی حضرت معاویہؓ کو اہم منصب ملتے رہے اور آپ اہم خدمات سرانجام دیتے رہے مثلاً منصب کتابت اور وثیقہ نویسی۔

اور آپ غزوات میں بھی شریک ہوتے رہے۔ صفحہ ۱۳۹ پر حضرت عمر فاروقؓ کی ایک جنگی حکمت عملی پر بحث کی گئی ہے کہ وہ اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اصاغر کو کیوں عامل بنایا کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ اردن، دمشق، قیساریہ، عسقلان کی مہمات میں دوسرے صحابہ کرام کے شانہ بشانہ حصہ لیا اور ان علاقوں کو فتح کر کے اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ حضرت امیر معاویہؓ جب گورنر شام تھے تو حضرت سیدنا عمر فاروقؓ انہیں وقتاً فوقتاً امور سلطنت کے متعلق ہدایات بھیجا کرتے تھے۔ کتاب ہذا

کے صفحہ ۱۵۳ تا ۱۶۰ میں ان ہدایات واحکامات کو نقل کیا گیا ہے۔

دورِ عثمانی

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے اور حضرت سیدنا عثمان غنی خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو نہ صرف امارت شام پر برقرار رکھا بلکہ انہیں بحری بیڑہ تیار کرنے اور رومی سلطنت کے ماتحت علاقوں کو فتح کرنے کی بھی اجازت عنایت فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو بحری جنگ لڑے گا وہ جنتی ہے۔ حضرت ام حرامؓ بھی اس لشکر میں شامل تھیں جس نے سب سے پہلے بحری معرکہ لڑا اور قبرص کو فتح کیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔ یہ معرکہ حضرت امیر معاویہ کی سربراہی میں لڑا گیا تھا حضرت ام حرامؓ اس غزوہ میں شہید ہوئیں اور جزیرہ قبرص میں ان کی قبر بنی۔

صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۵ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کے حوالہ سے حقیقت حال واضح کی گئی ہے کہ حضرت ابوذرؓ کا حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ سے اختلاف دراصل فقہی اختلاف تھا۔ اس سلسلہ میں ہر دو مذکورہ بزرگوں پر جو طعن کیا جاتا ہے اس کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے طویل عرصہ گورنر شام رہنے کے حوالہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی پر مشترکہ طعن کیا جاتا ہے، اس طعن کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عثمان کا دفاع

خلافت عثمانیہ کے آخری چند سال جو شورش برپا رہی اور مفسدین سر اٹھاتے رہے۔ ان کی سرکوبی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کے لیے حضرت امیر معاویہؓ نے جو حفاظتی تدابیر اختیار کی تھیں ان کا مفصل تذکرہ کتاب میں موجود ہے۔

قاتلین عثمان کیسے افراد تھے؟

کیا قتل عثمان پر صحابہؓ راضی تھے؟

کتاب میں ان سوالات کا مدلل جواب موجود ہے۔

جنگ صفین کا پس منظر و پیش منظر

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے صفحہ ۱۸۲ تا ۲۹۱ جنگ صفین کے پس منظر و پیش منظر پر انتہائی

فاضلانہ گفتگو کی ہے۔آپ کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ ہمیشہ افراط وتفریط سے ہٹ کر مسلک اعتدال کو اپناتے ہیں اور جمہور علماء کرام کی رائے اختیار کرتے ہیں۔ جنگ صفین کے اسباب ونتائج محتاط انداز میں اوراس طریقہ سے تحریر کیے گئے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت معاویؓہ دونوں کی محبت میں قاری اضافہ محسوس کرتا ہے۔ جنگ صفین کے ثالث حضرات حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا بعض مورخین نے نازیبااوصاف سے تذکرہ کیا ہے، دکھ تو یہ ہے کہ ان مؤرخین میں اہل السنّت کہلانے والے بعض نادان دوست بھی ہیں۔ حضرت مصنف مدظلہ نے حضرت علی، حضرت امیر معاویہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر سے مورخین کے لکھے ہوئے الزامات کو مدلل اور موثر انداز میں دُور کیا ہے، حضرات صحابہ کرام کا کامیاب دفاع کرنے پر آپ تمام امت محمدیہ کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔آپ کو بجا طور پر وکیل صحابہؓ کا لقب دیا جاسکتا ہے۔

مزید عنوانات

مولانا مدظلہ نے جنگ صفین کے متعلقات لکھنے کے بعد درج ذیل عنوانات پر قلم اٹھایا ہے۔

حضرت علیؓ کا واقعہ شہادت، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت اوران کی حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دست برداری، صلح کا واقعہ اور صلح کے متعلق شبہات کا ازالہ حضرت امیر معاویہ کا متفقہ طور پر خلیفہ منتخب ہونا۔

دورِ چہارم

اس دور میں حضرت امیر معاویؓہ کے زمانہ خلافت کے حالات لکھے گئے ہیں، مختلف بغاوتوں کا سدّ باب، غزوہ قسطنطنیہ اور بعض دیگر مہمات، آپ کے زمانہ خلافت کے عہدہ داروں، ولاۃ و احکام، قضاۃ فقہاء و معلمین کے حالات درج ہیں اور یہ مفصل تذکرہ کیا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویؓہ کا حکومتی نظام کس طرز کا تھا۔ پانچویں فصل میں آپ کے علمی وثقافتی کارناموں کا حال لکھا گیا ہے۔ چھٹی فصل میں آپ کے مکارم اخلاق اور معمولات زندگی اور ساتویں فصل میں آپ کے زہد وتقویٰ کا حال مفصل درج کیا گیا ہے۔آٹھویں فصل میں حضرت امیر معاویؓہ کی بعض کرامتوں کا تذکرہ ہے۔

فصل نمبر ۹ میں حضرت امیر معاویہ کے بنی ہاشم کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لیا گیا ہے اور مدلل طور پر شیعہ وسنی حضرات کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ہاشمی حضرات

خصوصاً حضرت عقیل، حضرت حسنؓ و حسینؓ، محمد بن الحنفیہ، عبداللہ بن جعفرؓ اور حضرت زین العابدینؒ کو بیت المال سے عطیات دیا کرتے تھے۔

فصل نمبر۱۰

میں مولانا محمد نافع مدظلہ نے امہات المؤمنین خصوصاً سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے حضرت امیر معاویؓہ کے خوشگوار تعلقات کو ثابت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویؓہ دینی امور میں امہات المؤمنین سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

فصل نمبر۱۱

اس فصل میں اسلامی حکومت کی وسعت، بیعت یزید کا مسئلہ، مقام ابواء کا خطبہ شام میں نصف مال دینا، آثارِ نبویؐ سے تبرک، وصیتیں، وفات، جنازہ، کفن و دفن، مزار حضرت امیر معاویؓہ سے شیعوں کا سلوک، ازواج و اولاد جیسے عنوانات پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

فصل نمبر۱۲

یہ کتاب کی آخری فصل ہے جس میں حضرت علیؓ سے لے کر مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی تک بیسیوں مشاہیرِ امت کی زبانی حضرت امیر معاویؓہ کے فضائل و مناقب تحریر کیے گئے ہیں۔

سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (جلد دوم)

حضرت امیر معاویؓہ وہ مظلوم شخصیت ہیں جنہیں غیر تو غیر ہیں اپنے بھی معاف کرنے کو تیار نہیں بہت سے سنی کہلانے والے بھی حضرت امیر معاویؓہ پر الزامات لگانے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ بقول حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ، حضرت امیر معاویؓہ اسلامی تاریخ کی مظلوم ترین شخصیت ہیں، جسے دیکھو وہی حضرت امیر معاویؓہ کو موردِ الزام ٹھہرانے میں مصروف ہے۔

حالانکہ اگر غیر جانبدارانہ ذہن سے مطالعہ کیا جائے تو حضرت امیر معاویؓہ کا دامن صاف نظر آتا ہے۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ نے سیرۃ حضرت امیر معاویؓہ حصہ دوم میں حضرت امیر

معاویہ پر کیے گئے اہم مشہور اعتراضات کے فاضلانہ جوابات دیے ہیں۔ ان جوابات کو لکھتے وقت اہل تشیع کی مستند عربی، فارسی اور اردو تصانیف کے جا بجا حوالے دیے گئے ہیں، جس کے بعد ایک منصف مزاج شیعہ کے لیے بھی حضرت امیر معاویہؓ کی عظمت تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ یہ واضح رہے کہ حصہ دوم پہلے اور حصہ اوّل بعد میں لکھا گیا۔ حصہ دوم اگست ۱۹۹۰ء میں اور حصہ اوّل مئی ۱۹۹۲ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

حصہ دوم کی ابتداء میں صفحہ ۵۔ ۲۹ میں ایک تمہید برائے جواب المطاعن ہے جس کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

صحابہ کرام کا مقام، بدگوئی اور بدزبانی کرنے والے کا حکم
مندرجات بالا کی روشنی میں ایک تاریخی جائزہ
کثرت اعتراضات کی وجوہ، نفسیاتی ضابطہ
تاریخ کے راویوں کے نظر و کردار، بعض قواعد وضوابط
ایک اصول (متعلق معصومیت) طاعنین کی اصناف واقسام

عنوانات مذکورہ کے تحت مولانا مدظلہ نے بہت مفید معلومات یکجا کی ہیں جو کہ عام کتابوں میں دستیاب نہیں ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ پر کیے گئے اہم اعتراضات

۱۔ روایت الفئة الباغیه ۲۔ لااشبع الله بطنه
۳۔ قصاص عثمان کے مطالبے کا طعن ۴۔ محمد بن ابی بکر کے متعلقات
۵۔ حجر بن عدی وغیرہ کا قتل ۶۔ عمرو بن الحمق کا قتل
۷۔ قطع ایدی کا طعن ۸۔ حضرت حسنؓ کو زہر خورانی کا طعن
۹۔ استلحاق زیاد ۱۰۔ مسئلہ استخلاف یزید
۱۱۔ اسم معاویہ پر طعن ۱۲۔ حق گوئی اور آزادی رائے کے خاتمہ کا جواب
۱۳۔ بیت المال کے اموال کی بحث ۱۴۔ توریث مسلم وکافر کا مسئلہ
۱۵۔ بیٹھ کر خطبہ دینے کی بحث ۱۶۔ مقصورہ میں نماز ادا کرنا

۱۷۔ منبر نبوی اور حضرت امیر معاویہ ۱۸۔ حضرت صدیقہ کے قتل کا الزام ۱۹۔ برہنہ لونڈی پیش کرنے کا اعتراض ۲۰۔ علامت نفاق پر موت کا طعن

یہ چند الزامات بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں۔ مکمل فہرست کے لیے اصل کتاب ملاحظہ فرمائی جائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مدظلہ کے جوابات حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ راقم الحروف کو الفئۃ الباغیۃ والی روایت پر بہت اشکال تھا۔ کئی ایک اہل علم سے رابطہ کیا تسلی نہ ہوئی۔ آخرکار استاذ محترم حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ سے رجوع کیا تو شافی جواب پایا۔ تمام شکوک وشبہات کٹی ہوئی پتنگ کی مانند اڑ گئے۔ آخر میں مولانا مدظلہ کی ایک اہم نصیحت نقل کی جاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ سے حسن ظن کا حکم

نبی اقدس ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے متعلق اکابر علماء امت نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ آنجناب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے اور ان سے اعتراضات اور رذائل کی نفی کرنی چاہیے یہ دین اسلام کی طرف سے ہمیں حکم ہے۔

اور اس باب میں اگر کوئی اعتراض پایا جائے اور اس کی کسی تاویل کی گنجائش نہ مل سکے تو اس صورت میں اس روایت کے راویوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں گے اور صحابہ کرامؓ کی طرف غلط امر کا انتساب نہیں کیا جائے گا۔ علامہ عبدالعزیز پرھاروی ؒ نے اپنے رسالہ الناھیۃ عن طعن معاویہ میں یہی ہدایت فرمائی ہے اور بہت عمدہ نصیحت کی ہے کہ تمام صحابہ کرام کے ساتھ حسن ظن رکھنا اور ان کے ادب کو ملحوظ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے سلف صالحین، اہل حدیث اور اہل اصول (اہل فقہ) کا یہی مذہب ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اسی پر ثابت قدمی کی التجا کرتے ہیں۔ (سیرت امیر معاویؓہ جلد دوم ص ۱۱، ۱۲)

کتاب کے متعلق اکابرین کی آراء
اور
دینی رسائل کے تبصرے

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ موصوف نے افراط وتفریط سے الگ رہ کر اہل سنت کے صحیح مؤقف کی ترجمانی کی ہے اور اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے، ان کی ہر بات تاریخی حوالوں سے مزین ہے بلکہ انہوں نے صرف اہل سنت ہی کے نہیں اہل تشیع کے ماخذ سے بھی اپنے موقف کو ثابت کیا ہے جس پر ان کی بڑی وسیع اور گہری نظر ہے۔

پھر قابل تعریف بات یہ ہے کہ فاضل مؤلف کا انداز بیان مناظرانہ اور جارحانہ نہیں بلکہ باوقار اور متین ہے اور سنجیدہ علمی تحقیق کے معیار پر پورا اترتا ہے حضرت معاویہؓ کی سیرت پر جو کتابیں اب تک میری نظر سے گزری ہیں یہ کتاب ان سب میں بہتر ہے اور ان شاء اللہ طالبانِ علم تحقیق کی عرصے تک رہنمائی کرے گی۔

مناظر اسلام حضرت علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ

فاضل محقق نے مقام صحابہ اور مقام اہل بیت کی وضاحت کر کے نہ صرف مسلک حقہ کو واضح کیا ہے بلکہ روافض کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا خوب استیصال کیا گیا ہے، مولانا کی تالیفات روافض کے خودساختہ نظریات پر ضرب کاری ہیں۔ ردّ مطاعن میں ان کا انداز تحریر عالمانہ ،محققانہ اور مصلحانہ ہے، یہ کتب عقل سلیم وفہم سلیم رکھنے والے حضرات کے لیے باعث ہدایت اور اہل باطل پر اتمام حجت ہیں۔ **لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ** احقر اپنے حلقہ کے علماء کرام وطلباء کو مشورہ دیتا ہے کہ مذکورہ کتب سے ضرور استفادہ کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی یہ عظیم کاوش قبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کے لیے ثمر نافع بنائے۔ آمین یارب العالمین

مولانا نذیر احمد شیخ الحدیث جامعہ امدادیہ فیصل آباد

زینۃ خدام الصحابہ رضی اللہ عنہم محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کی مبارک تحریرات حدیث القرطاس کے متعلق نہایت شوق اور عنایت سے دیکھنے کا موقع ملا۔

حضرت اقدس موصوف نے نہایت عمدہ ترتیب، بہترین تعبیر، مزاج سلف کے مطابق انداز تحقیق، حقائق کی اذھان عامہ کے مطابق تسہیل، خصوم کے مطاعن کی تقریر کر کے شافی جوابات کی لطیف تقریر وتبیین، الفاظ نرم، دلائل گرم کا اسلوب محفوظ رکھنے کی سعی پھران جوابات کی خصوم کی عبارات سے تائید غرض یہ کہ اس نوعیت کے تمام محاسن کو بجا طور پر ملحوظ رکھنے کی نہایت کامیاب کوشش فرمائی ہے۔

حضرت والا کی اس نوعیت کے موضوعات پر تصانیف ماشاء اللہ کثیر ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح اور متین اور انتہائی نافع ہیں۔ حضرت کی تالیفات کا نفع عوام وخواص سب کے لیے ہے۔ ہر طبقہ بشرط انصاف ان سے نہ صرف مستفید ہوتا ہے بلکہ لطف اندوز بھی ہوتا ہے۔ عوام ان کی متانت کے ساتھ ساتھ سہولت سے فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ خواص انداز تشریح وتحقیق سے اپنا دامن لبریز کر لیتے ہیں۔

حضرت کا اسلوب تصنیف اشتعال انگیزی سے دُور، اعتدال کا حامل اور نمونہ سلف صالحین کے مطابق رہتا ہے یہ اس دور میں عظیم کامیابی ہے۔

ایسی محقق شخصیت اور یہ پر کشش سادگی یہ بھی اس دور میں نعمت عظیمہ اور حسین آمیزش ہے۔ دل سے دعائیں ہیں کہ حق تعالیٰ حضرت کو صحت کاملہ اور عافیت دائمہ کے ساتھ ان لطائف کی توفیق مرحمت فرمائے رکھیں ہر طبقہ کو ان کے جواہر کی قدر دانی کی صلاحیت عطا فرمائیں ان کا نفع عام بھی ہو تام بھی۔ آمین

کتبہ: احقر نذیر احمد غفرلہ، خادم جامعہ اسلامیہ معاویہ، فیصل آباد

مولانا نذیر احمد شیخ الحدیث جامعہ امدادیہ فیصل آباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. امابعد

اسلام میں جو بھی بڑے بڑے فتنے ظاہر ہوئے ان کا سرا کسی نہ کسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بدگمانی اور ان کے خلاف بدزبانی سے جا کر ملتا ہے۔ آج کے پرفتن دور

میں یہ فتنہ بالخصوص عروج پر ہے بلکہ اس پر ''تحقیق'' کا خوشنما لیبل بھی لگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب آمد اللہ ظلہ وآدام برکاتہ علینا جو ملک کی نمایاں علمی شخصیات میں سے ہیں اس لحاظ سے قابل مبارکباد اور قابل رشک ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی توانائیاں اور توجہات اس فتنہ کی تردید کی طرف مبذول کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔اس موضوع پر ان کی متعدد کتابیں سامنے آچکی ہیں۔ان کی کتاب ''رحماء بینہم'' عرصے سے علمی حلقوں میں داد تحسین وصول کرچکی ہے۔اس سے پہلے شاید عربی زبان میں بھی اس موضوع پر ایسی ضخیم اور وقیع علمی کتاب موجود نہ ہو۔

حضرت دامت برکاتہم نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے اپنی کتابیں سیرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیرت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی احقر کو عطا فرمائیں۔ان کے علاوہ واقعہ قرطاس، حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر ایک الزام کا جواب، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بظاہر قابل اشکال الفاظ پر مشتمل حضرت ابن عباس کی ایک روایت کی تحقیق پر مشتمل مسودے بھی اپنے حسنِ ظن کی بناء پر احقر کو دیکھنے کا حکم فرمایا۔

حضرت مدظلہ کی مذکورہ بالا کتب اور تحریرات متعدد جگہوں سے دیکھنے اور استفادہ کرنے کی توفیق ہوئی ماشاءاللہ ساری تحریرات وسعت مطالعہ اور ٹھوس تحقیقی ذوق کی شاہ کار ہیں۔اندازِ بیان بھی خالصتاً وقیع علمی وتحقیقی ہے بوقت ضرورت خود اہل تشیع کی کتابوں کے حوالہ جات سے بات کو مزید پختہ کیا گیا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایسے موضوعات پر بسا اوقات جادۂ اعتدال سے نکل کر ایسا انداز اختیار کرلیا جاتا ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی تائید میں صحابہ کی دوسری جماعت کی تنقیص لازم آجاتی ہے یا کم از کم اہل السنّت والجماعت کے نزدیک نصوص سے ثابت شدہ فضائل میں کمی واقع ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کی تحریرات اور کتابیں اس قسم کی بے اعتدالی سے پاک ہیں۔علمی ذوق رکھنے والے عام مسلمانوں کے لیے عموماً اور علماء وطلبہ کے لیے خصوصاً یہ کتابیں انشاءاللہ بہت مفید ثابت ہوں گی۔حق تعالیٰ حضرت کی ان خدمات میں برکت اور نافعیت عطا فرمائیں۔

از: احقر نذیر احمد غفرلہ، خادم جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد

۱۴ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۷ء

ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور کا تبصرہ

نام کتاب: سیرۃ معاویہؓ
مصنف: مولانا محمد نافع

علمی میدان میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے قلم حقیقت رقم سے متعدد شاہکار کتابیں نکل کر علماء وعوام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ حال ہی میں آپ نے کاتب رسول ﷺ جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر دو ضخیم جلدوں میں کتاب مرتب فرمائی ہے۔ یہی کتاب اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کی جلد اول میں تفصیل کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے جبکہ جلد دوم میں آپ پر کیے جانے والے تقریباً اکتالیس اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

مولانا موصوف نے جلد اول میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

دورِ اول میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے لے کر عہدِ رسالت کے اختتام تک کے حالات ہیں۔

دورِ دوم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کے حالات ہیں۔

دورِ سوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کے زمانے تک کے حالات ہیں۔

دورِ چہارم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے دورِ خلافت کے حالات ہیں۔

دورِ چہارم بارہ فصلوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر فصل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے متعلق بیش قیمت معلومات درج ہیں۔ شروع کتاب میں ایک انتہائی وقیع مقدمہ ہے جس میں کتاب وسنت کی روشنی میں مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو واضح کیا گیا ہے۔

مولانا موصوف نے اپنی دیگر کتب کی طرح اس کتاب میں بھی مناظرانہ رنگ سے ہٹ کر ناصحانہ طرز کو اپناتے ہوئے اکابر علماء اہل سنت کی تحریرات کو پیش کیا ہے۔ آپ کی سنجیدہ متین اور منصفانہ تحریر سے نہ صرف کاتب رسول ﷺ کی شخصیت نکھر کر سامنے آئی ہے بلکہ آپ کی شخصیت پر

جو سبائی غبار کے دھند لکے تھے وہ بھی صاف ہو گئے ہیں۔

مزید خوبی یہ ہے کہ مولانا کی اس کتاب سے جہاں روافض و خوارج کی بیخ کنی ہوتی ہے وہیں نواصب کا قلع قمع بھی ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ مولانا موصوف کی یہ کاوش اس سلسلہ کی ایک انتہائی سنجیدہ کاوش ہے۔ جسے پڑھ کر بہت سے غلط فہمیوں کا شکار لوگ اپنے خیالات درست کر سکتے ہیں اور بہت سے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت مل سکتی ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

عمدہ کتابت و طباعت اور خوبصورت لیمینیشن جلد کے ساتھ یہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

سیرت حضرت امیر معاویہؓ پر البلاغ کراچی کا تبصرہ

مؤلف: مولانا محمد نافع صاحب

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم (جامعہ محمدی شریف، ضلع جھنگ) کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خصوصی توفیق عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنی متعدد تالیفات کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقیقی سیرت و کردار کو مستحکم علمی اور تاریخی دلائل کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ جن انصاف نا آشنا حلقوں نے ان حضراتؓ پر طرح طرح کے اعتراضات و مطاعن کی بھرمار کی ہے ان کے اعتراضات کا شافی اور اطمینان بخش جواب دیا ہے اور حضراتِ صحابہ کرامؓ کے درمیان جو علمی اور سیاسی اختلافات پیش آئے ان کے حقیقی اسباب کی دل نشین وضاحت فرمائی ہے۔

مولانا محمد نافع صاحب کی کتاب "رحماء بینھم" جو تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے اپنے موضوع پر ایسی نادر کتاب ہے کہ اس کی نظیر عربی زبان میں بھی موجود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ "مسئلہ اقرباء نوازی"، "بنات اربعہ" اور "حدیث ثقلین" پر ان کی کتابیں انتہائی مفید اور قابل قدر ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ان کی کتاب "سیرتِ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ" منظر عام پر آ چکی ہے جس میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت بڑے دل آویز انداز میں تحریر فرمائی ہے۔ اب ان کی تازہ کتاب "سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" اسی مبارک سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جن کے خلاف اعتراضات و مطاعن کے

ترکش سے کوئی تیر بچا کر نہیں رکھا گیا۔موجودہ کتاب میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے ان کی سیرت کے حقیقی روشن پہلوؤں کو مضبوط دلائل کے ساتھ اجاگر فرمایا ہے پہلی جلد کے پہلے حصے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سوانح،عہد رسالت میں ان کے منصب و مقام اور کارنامے اور ان کے مناقب کی احادیث کو پوری تحقیق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اسی جلد کے دوسرے حصے میں حضرات خلفائے ثلاثہ کے عہد مبارک میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمات۔ان کی جنگی مہمات اور دیگر کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہیں۔تیسرے حصے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کے واقعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔اور اسی ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اختلافات، جنگ صفین اور تحکیم کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔اور فاضل مؤلف نے ان واقعات کو بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان غیر مستند روایات سے نہ صرف پاک رکھا ہے بلکہ ان کی مدلل تردید کی ہے جو ان صحابہ کرام کے بارے میں قرآن و سنت اور مستند روایات کے بیان کردہ اوصاف سے کسی طرح میل نہیں کھاتیں۔

چوتھے حصے میں فاضل مؤلف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے کارناموں ان کی فتوحات، ان کے قائم کیے ہوئے انتظامی ڈھانچے، ان کی رفاہی اور ترقیاتی خدمات، ان کی علمی کاوشوں، ان کے مکارم اخلاق، ان کے فقہی اجتہادات، اہل بیت کے ساتھ ان کے خوشگوار تعلقات اور ان کے اعزاز و اکرام کے واقعات کا انتہائی مبسوط جائزہ لیا ہے جو اس کتاب کی جان ہے۔آخر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے عشق و محبت کے مظاہر اور ان کے بارے میں اکابر اُمت کی آراء نہایت تفصیل اور استقصاء کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

کتاب کی دوسری جلد خاص طور پر ان مطاعن کے جواب کے لیے مخصوص ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مختلف حلقوں کی طرف سے وارد کیے گئے ہیں۔فاضل مؤلف نے ان مطاعن میں سے ایک ایک کو موضوع بحث بنا کر بڑی جانفشانی کے ساتھ حقائق کی تحقیق کی ہے اور مستحکم دلائل سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کسی صاحب علم محقق کو مؤلف کے اخذ کردہ نتائج سے کسی مقام پر جزوی اختلاف ہو، لیکن یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ موصوف نے افراط و تفریط سے الگ رہ کر اہل سنت کے صحیح موقف کی ترجمانی کی ہے اور اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ان کی ہر

بات تاریخی حوالوں سے مزین ہے بلکہ انہوں نے صرف اہل سنت ہی کے نہیں اہل تشیع کے مآخذ سے بھی اپنے مؤقف کو ثابت کیا ہے جن پر ان کی بڑی وسیع اور گہری نظر ہے۔

پھر قابل تعریف بات یہ ہے کہ فاضل مؤلف کا انداز بیان مناظرانہ اور جارحانہ نہیں بلکہ باوقار اور متین ہے اور سنجیدہ علمی تحقیق کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر جو کتابیں اب تک میری نظر سے گزری ہیں یہ کتاب ان سب میں بہتر ہے اور انشاء اللہ طالبان علم و تحقیق کی عرصے تک رہنمائی کرے گی۔ (. ادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ)

(تبصرہ: مولانا محمد تقی عثمانی)

④

بناتِ اربعہؓ

نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ۔ یہ چاروں صاحبزادیاں ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے اور نبی کریمؐ کی حقیقی بیٹیاں تھیں...... حضرت خدیجہؓ کے سابقہ شوہروں کی اولاد نہ تھی جیسا کہ مخالفین پروپیگنڈہ کرتے ہیں...... مخالفین حضرت نبی کریمؐ کی صرف ایک بیٹی ہونے کا پروپیگنڈہ صرف اس لیے کرتے ہیں کہ چار بیٹیاں مانیں تو انہیں سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کی عظمت ماننا پڑتی ہے جو کہ انہیں کسی صورت بھی گوارا نہیں ہے۔

مولانا محمد نافع مدظلہ نے ترتیب وار حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور چاروں صاحبزادیوں کے حالات زندگی اہل سنت اور شیعہ حضرات کی کتابوں سے مدلل انداز میں تحریر فرمائے ہیں اور کتاب کے آخر میں مخالفین کے پیش کردہ شبہات اور مغالطوں کے تسلی بخش جوابات دیے گئے ہیں۔

کتاب ہذا کی تیاری میں اہل سنت کی ۶۳ اور شیعہ کی ۲۹ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

یہ کتاب ۵۴۴ صفحات پر مشتمل ہے جو شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ بمطابق مئی ۱۹۸۴ء میں مکمل ہوئی۔ یہ کتاب رئیس المحققین علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ کی تقریظ سے مزین ہے۔

قاضی مظہر حسین صاحب، چکوال (خلیفہ مجاز مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)

۲۶ شعبان ۱۴۰۵ھ

حضرتِ مولانا المکرم زید فضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ طالب خیر بخیریت۔ آنجناب کی کتاب ''بنات اربعہ'' مع

گرامی نامہ موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ۔ آپ کی یہ تصنیف ماشاءاللہ اپنے موضوع پر منفرد ہے۔ آپ نے محکم دلائل سے ''بنات اربعہ'' کا اثبات کر کے شیعی اوہام و وساوس کا قلع قمع کر دیا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ نبی کریم رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بنات طاہرات کے اس میں احوال و فضائل بھی درج کر دیئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اس موضوع پر ایک جامع تصنیف ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی یہ عظیم خدمت قبول فرمائیں اور اس کتاب سے موافقین اور مخالفین دونوں قسم کے تعلیم یافتہ طبقہ کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین. **بجاہ النبی الکریم** ﷺ .

(۲) آپ نے غالباً ایک شیعی مولف مولوی خادم حسین بخاری کی ایک تازہ تصنیف کے پیش نظر یہ ضخیم کتاب لکھی ہے اور اس کی ضرورت تھی، حضور ﷺ کی بنات طاہرات کا دفاع اہم رہنما فریضہ ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ اس شیعی مصنف کی کسی جگہ نشاندہی بھی کر دیتے تو اس کی افادیت بڑھ جاتی۔ یہ بندہ کی رائے ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کے جواب میں زیادہ تاخیر پہ بندہ معذرت خواہ ہے۔ نئی کتاب ''کشف خارجیت'' کی تکمیل میں مصروف رہا ہوں۔

اس کی کتابت بھی مکمل ہو چکی ہے۔ تصحیح باقی ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ طبع ہونے پہ یہ ارسال کر دونگا۔ قاری شیر محمد صاحب لاہوری بھی آپ کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو مذہب اہل سنت والجماعت کی اتباع و نصرت کی توفیق دے اور اہل السنۃ والجماعت کو کامیابی نصیب ہو۔ آمین۔ بجاہ خاتم النبیین ﷺ۔

نوٹ: کتاب کا بالاستیعاب تو مطالعہ نہیں کر سکا۔ البتہ عنوانات اور جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کیا ہے۔

والسلام طالب دعا

بناتِ اربعہ پر ماہنامہ ''بینات'' کراچی کا تبصرہ

بنات اربعہ: یعنی چار صاحبزادیاں: مولانا محمد نافع (جامعہ محمدی جھنگ)

آنحضرت ﷺ کے اہل بیت سے محبت و عقیدت جزء ایمان ہے لیکن اہل بیت کون ہیں؟ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ ''اہل بیت'' کا مفہوم صرف چار افراد تک محدود ہے۔ یعنی ایک صاحبزادی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) ایک داماد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) اور دو نواسے (حضرات

حسنین رضی اللہ عنہما) اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہے کہ:

(الف) ازواج مطہرات جن کو قرآن کریم میں ''یا اہل بیت'' سے خطاب کر کے ان کی کامل تطہیر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ قرآنی تصریح کے علی الرغم انہیں ''اہل بیت'' کے مفہوم سے خارج کر دیا گیا اور ان کو کسی احترام کا مستحق نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ قرآن کریم میں ان کو ''امہات المومنین'' قرار دے کر تمام اہل ایمان کے لیے حد درجہ لائق احترام قرار دیا گیا ہے۔

(ب) قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد صاحبزادیوں کی صراحت کی گئی ہے۔ یایھا النبی قل لا زواجک و بناتک الایۃ لیکن اس گروہ نے قرآن کریم کے صریح اعلان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باقی تین بہنوں کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ ڈالا اور انہیں کسی عزت و احترام کا مستحق نہیں سمجھا۔

(ج) قرآن کریم نے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب بیان فرمائے اور ان کی پیروی کو شرط ایمان و نجات قرار دیا لیکن اس گروہ نے ایک داماد (حضرت علیؓ) اور ان کے دو چار رفقاء کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی خویش و اقارب، مہاجرین و انصار اور پوری جماعت صحابہ کو (نعوذ باللہ) ظالم و خائن اور منافق و بے ایمان قرار دے کر ان سے برأت کا اظہار کر دیا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حب اہل بیت کے پردے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش و اقارب آپ کے اعوان و انصار اور آپ کے رفقاء و مصاحبین کے ساتھ دشمنی کا یہ مظاہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کس قدر تکلیف دہ اور ایذا رساں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حب اہل بیت کے ان برخود غلط دعویداروں سے کس قدر بیزار ہوں گے جنہوں نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو معاف کیا نہ بیٹیوں کو چھوڑا، اور نہ آپؐ کے خویش و اقارب اور رفقاء و مصاحبین کا کوئی لحاظ کیا۔ زیر نظر کتاب اسی گروہ کی اصلاح کے لیے لکھی گئی ہے۔ جس میں قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور فریقین کے اکابر کی تصریحات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ نیز ان چاروں کے حالات و سوانح مستند مآخذ سے جمع کیے گئے ہیں اور ہر صاحبزادی کے بارے میں فریق مخالف کے شبہات و اوہام کو دلائل کی روشنی میں رفع کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر رسائل تو متعدد لکھے گئے ہیں لیکن یہ کتاب اپنی متانت و جامعیت کے لحاظ سے منفرد ہے۔

⑤

فوائد نافعہ

اس کتاب میں مولانا محمد نافع مدظلہ نے اپنے بہت سے مقالات و مضامین یکجا کر دیے ہیں۔عنوانات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ سوانح صدیق اکبرؓ

۲۔ سیرت صدیقہؓ

۳۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور عمرو بن العاصؓ کی سوانح

علمی تحقیقات

مولانا محمد نافع مدظلہ نے درج ذیل عنوانات پر تین عدد اعلیٰ پایہ کے گراں قدر مقالات بھی اس کتاب میں شامل کیے ہیں۔

۱۔ مسئلہ تراویح

۲۔ متعۃ النساء

۳۔ طلاق ثلاثہ

دفاع صحابہؓ

فاضل مصنف مدظلہ نے اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عثمان غنیؓ کے متعلق شیعہ حضرات اور بعض اہل سنت کے تحریر کردہ الزامات و شبہات کا مکمل جواب دیا ہے۔اس کے علاوہ فصل چہارم میں حدیث حوض، تاریخ طبری میں منقول معتضد باللہ کا رسالہ کا جواب، حضرت ابوسفیانؓ، الحکمؓ بن ابی العاص،

حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق شبہات کا مکمل ازالہ کر کے ان حضرات کی مکمل صفائی پیش کی گئی ہے، جس پر آپ اہل سنت والجماعت کی طرف سے مبارک باد اور خصوصی شکریہ کے حقدار ہیں۔

فوائد نافعہ (جلد دوم)

(حسنین کریمین رضی اللہ عنہما)

حضرت سیدنا حسنؓ وحسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے تھے جنہوں نے حضور علیہ السلام کی گود میں اپنا بچپن گزارا اور تربیت پائی۔ حضور علیہ السلام کو اپنے ان دونوں نواسوں سے بے حد محبت تھی اور آپؐ نے ان حضرات کے متعلق بشارت دی کہ وہ دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

مولانا محمد نافع مدظلہ نے فوائد نافعہ جلد دوم میں حضرات حسنینؓ کی مکمل سوانح تحریر فرمائی ہے اہم عنوانات درج ذیل ہیں۔ حضرت حسنؓ عہد نبوی، عہد صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد علی مرتضیٰؓ میں، جنگ جمل، حضرت حسنؓ کا عہد خلافت، آپ کے اوصاف حسنہ...... آپ کی ازواج و اولاد کے متعلق تین روایات۔

حضرت سیدنا حسینؓ بن علی المرتضیٰ کے فضائل و مناقب، استخلاف یزید، واقعہ کربلا کے متعلق چند مباحث، ماتم کا مسئلہ اسلام کی نظروں میں، احوال امام زین العابدین، اہل بیت کے قاتلوں کا انجام۔

کتاب کے متعلق علامہ ڈاکٹر خالد محمود کے تاثرات

حضرت حسن اور حسینؓ پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ آپ کی عظمت ورفعت پر بھی بہت کتابیں لکھی گئیں اور ان حضرات کے مصائب کا بھی بہت شدت سے ماتم کیا گیا۔ لیکن ضرورت تھی کہ مقتل معصوم اور عزاء مظلوم سے ہٹ کر واقعات اور حقائق کی روشنی میں سیرت نگاران حضرات پر کچھ لکھیں۔ حضرت حسن "قرآنی علمیت اور سیاسی بصیرت میں اس اونچے مقام پر ہیں کہ آپ کے عہد میں اس جامعیت میں شاید ہی کوئی دوسری شخصیت پیش کی جا سکے۔ آپ نے سیاست کے مختلف موڑوں پر جو مشورے اپنے والد ماجد کو دیئے وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ اتنی عظیم شخصیت کو صرف عقیدے کی نظر سے دیکھنا کوئی کمال نہیں اسے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے حقیقت وبصیرت کے آئینہ میں دیکھنا چاہیے۔ پھر پتہ چلے گا کہ یہ کس

عظمت کے انسان تھے۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب نفعنا اللہ بعلومہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور حضرت حسنؓ کی زندگی کو مختلف ادوار میں لاکر سمجھانے کی کوشش کی۔ آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پر اس انداز سے لکھا کہ اس میں کوئی فرقہ وارانہ جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ ایک فاضلانہ قلم ہے جو حقائق و واقعات کے بہاؤ میں اس بات کی پروا کیے بغیر کہ کوئی کیا کہے گا بڑے سکون و طمانیت کے ساتھ چلتا جا رہا ہے۔ مصنف نے ان بیانات میں بڑی بڑی کٹھن گھاٹیاں عبور کیں ہیں اور پتہ چلنے نہیں دیا کہ آپ نے ان میں کس طرح شکوک و شبہات کے بڑے کانٹے اکھاڑ دیئے ہیں۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند



⑥

حدیث ثقلین

(سن تالیف: ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۳ء)

اہل تشیع کی روایات کے مطابق حضور علیہ السلام نے فرمایا:

انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهل بیتی فتمسکوابهما لاتضلوا فان اللطیف الخبیر اخبرنی وعهد الی انهما لن یفترقا حتّٰی یردا علی الحوض.

حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا اُکل اهل بیتک آنحضرتؐ نے فرمایا:

لاولکن اوصیائی منهم اولهم اخی و وزیری وخلیفتی فی امتی وولی کل مؤمن ومؤمنة بعدی هو اوّلهم ثم ابنی الحسن ثم ابنی الحسین ثم تسعة من ولد الحسین واحد بعد واحد حتی یردوا علی الحوض شهداء الله فی ارضه وحججه علی خلقه.

(کتاب الاحتجاج للطبرسی ، ص ۷۹)

اس روایت کا حاصل یہ ہے:

۱۔ قرآن پاک اور عترت اہل بیت دونوں کی اطاعت ضروری ہے۔

۲۔ جن دو کی اطاعت ضروری ہے ان میں سے دوسرا جزو اہل بیت ہے۔

۳۔ تمام اہل بیت اس فضیلت کے حق دار نہیں بلکہ یہ مرتبہ صرف بارہ اماموں کو حاصل ہے۔

اہل سنت کی کتابوں میں مذکورہ تین مضمونوں کی وضاحت کے ساتھ اور صحیح سند کے ساتھ کوئی روایت موجود نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مشہور یہ کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کے ہاں اس روایت کو تواتر کا درجہ حاصل ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل سنت کی کتب احادیث میں صحیح سند کے ساتھ ثقل ثانی سنتِ رسول ہے۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین اہل سنت کی آنکھوں کا نور ہیں۔ اہل بیتؓ کی محبت اہل سنت جزو ایمان سمجھتے ہیں لیکن اہل سنت کے نزدیک اہل بیت کے حقوق اور احترام الگ مسئلہ ہے لیکن وہ حدیث ثقلین میں سے ثقل ثانی نہیں ہیں۔ ثقل ثانی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ثانیاً اہل سنت کے نزدیک فضیلت تمام اہل بیتؓ کو حاصل ہے، بارہ افراد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

یہ ایک خالص علمی بحث ہے کہ حدیث ثقلین میں ثقلِ ثانی کون ہے؟ اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ حدیث ثقلین کی ایک بھی ایسی صحیح سند موجود نہیں جس میں

۱۔ ثقل ثانی اہل بیت ہوں۔
۲۔ ہر دو (قرآن اور اہل بیتؓ) واجب التمسک ہوں۔
۳۔ اہل بیت سے صرف بنی ہاشم کے صرف بارہ افراد ہی مراد ہوں۔

واضح رہے کہ امامیہ حضرات اپنے عقیدہ امامت کی بنیاد دو قسم کی روایات پر رکھتے ہیں۔

۱۔ حدیث ثقلین
۲۔ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

حدیث ثقلین کی طرح یہ دوسری حدیث بھی سند کے اعتبار سے کمزور ہے نیز وہ عقیدہ امامت پر بھی واضح دلالت نہیں کرتی۔ لیکن اس کے باوجود ان دونوں حدیثوں کا وہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور محرم الحرام کی مجالس میں ذاکر حضرات دین سے ناواقف عوام الناس میں اس طرح پھیلاتے ہیں کہ سنی حضرات بھی خاصے متاثر ہو جاتے ہیں۔

وجہِ تصنیف

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الاستاذ مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ کا تحریر کردہ پیش لفظ یہاں نقل کر دیا جائے جس سے کتاب کی افادیت اور وجہِ تصنیف دونوں بخوبی سمجھ آتی ہیں۔ آپ

لکھتے ہیں:

''جن لوگوں کو آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نفرت اور حضورؐ کی آل و اولاد کے ساتھ دعویٰ محبت ہے وہ اس محبت کے دعویٰ میں حد سے متجاوز ہو چکے ہیں ان کے ہاں جیسے قرآن مجید کتاب اللہ کی اطاعت اور تابع داری علی الاطلاق واجب ہے۔ اسی طرح اہل بیت نبی و عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی مطلقاً فرض اور لازم ہے جیسے کتاب اللہ کے فرامین کو نہ ماننا انکار قرآن ہے۔ ان کے ہاں اسی طرح عترت رسولؐ کے قولی و عملی فرمودات کو تسلیم نہ کرنا خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وجوبِ تمسک اور وجوب اطاعت کے اعتبار اور حجت شرعی ہونے کے لحاظ سے عترت رسول میں اور کتاب اللہ میں ان کے ہاں کوئی فرق نہیں۔

یہ مسئلہ ان کے نزدیک مسلمہ ہے، اس پر خاص کسی کتاب سے حوالہ پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اگر مزید تسلی مقصود ہو تو تفسیر مجمع البیان ابوعلی طبرسی ص ۲۶۹ تحت آیت اولی الامر منکم ملاحظہ کیجیے۔

ہمارے اہل سنت والجماعت (جمہور علماء) کے نزدیک علی الاطلاق اطاعت صرف کتاب اللہ و سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لازم اور واجب ہے۔ مستقل اطاعت اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ضروری ہے۔ ان ہر دو کے ماسوا جن جن لوگوں کی تابع داری لازم اور ضروری ہے وہ کتاب و سنت کے فرمان کے تحت ہے۔ مستقل طور پر واجب نہیں۔ مسلمان حاکم کی اطاعت ہو یا والدین کی تابع داری، اکابر امت اور علمائے دین کی پیروی ہو یا بزرگانِ اہل بیت کی فرماں برداری یہ سب اطاعتیں کتاب و سنت کی اطاعت کے

تابع رہیں گے۔ان کی اطاعت معروف (اچھے) امر میں ہوگی۔غیر معروف یا کتاب وسنت کی مخالفت میں ان کی اطاعت ہرگز جائز نہیں چہ جائیکہ لازم ہو۔فریقین میں قواعد وضوابط کے اعتبار سے یہ ایک اصولی فرق اور امتیاز ہمیشہ سے قائم ہے۔پھر ہر ایک فریق نے اپنے اپنے مقرر کردہ اصول اور ضابطہ کو مدلل کرنے کے لیے بے شمار تحریرات لکھی ہیں بعونہٖ تعالیٰ ہم بھی ارادہ رکھتے ہیں کہ فریقین کے ان ہر دو مجوزہ اصول کو مع استدلال سامنے لاکر واضح کریں کہ کون حق سے زیادہ قریب ہے (حدیث ثقلین ص۲۹،۳۰)

کتاب کے حضرت مولانا مدظلہ نے دو حصے کیے ہیں۔

حصہ اوّل: مدعیانِ حب اہل بیتؓ کے مجوزہ اصول اوران کے استدلال کا ناقدانہ جائزہ۔

حصہ دوم: جمہور اہل سنت والجماعۃ کے قاعدہ کی تشریح وتوضیح اور اس کے دلائل کتاب و سنت سے۔

احقر ناقص کے علم کے مطابق حدیث ثقلین اپنے موضوع پر اسلامی لٹریچر میں پہلی مستقل کتاب ہے۔اس کتاب میں حدیث ثقلین کی چھیاسٹھ (٦٦) روایات کو اڑتیس کتابوں سے جمع کر کے ان کی صحت وسقم کا فاضلانہ جائزہ اہل علم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور فریق ثانی کے اس مایہ ناز استدلال کی اصل حقیقت واضح کی گئی ہے۔یہ کتاب محققین اور خطباء کے لیے لائق مطالعہ ہے۔

کتاب سے متعلق مایہ ناز محققین کی آراء

(۱) فاضل اجل علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب

خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم نے جہد بلیغ فرما کر اس روایت کی پوری تحقیق فرمائی ہے اور اس کی جتنی اسناد میسر آسکیں ان کا پوری طرح محاسبہ کیا ہے۔فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

مولانا موصوف کے ساتھ دورانِ تالیف بھی اس موضوع پر مذاکرات رہے ہیں اور احقر پورے اطمینان سے کہہ سکتا ہے کہ اس عظیم خدمت سے عہدہ برآ ہونا مولانا موصوف کا ہی حصہ تھا۔

ولقد جاء فی المثل السائر کم ترک الاوّل للمؤخر.

دعا ہے کہ رب العزت اس کوشش کو قبول فرمائیں اور کتاب وسنت کا تمسک ہی سب مسلمانوں کا معمول بنادیں۔ وما ذالك علی الله بعزیز

(۲) حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانیؒ

رسالہ حدیث ثقلین میرے نزدیک اپنے موضوع میں بے مثال ہے اور دونوں فریق بشرط انصاف اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ مسلمانوں کے لیے مؤلف کی اس خدمت کو اللہ تبارک وتعالیٰ مقبول بنائے۔ آمین

(۳) استاذ العلماء حضرت مولانا سید احمد شاہؒ صاحب چوکیروی

حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے حدیث ثقلین مرتب کر کے علمی تحقیقات کے میدان میں ایک گراں قدر اضافہ فرمایا ہے۔ بات کی تہہ تک پہنچنے کے عادی حضرات اس کتاب کی قدر کریں گے اور حق کی تلاش کرنے والے لوگ کتاب موصوف کو ایک نعمت عظمیٰ یقین کریں گے۔ مؤلف نے اس کتاب میں انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور تعصب ہٹ دھرمی سے بحمد اللہ پوری طرح محفوظ رہے ہیں۔

حدیث الثقلین کے مطالعہ سے آپ پر واضح ہوگا کہ جس طرح ثبوتاً یہ (روایت) کمزور ہے اسی طرح خلافت کے مسئلہ سے بھی اس حدیث کا تعلق نہیں۔ یہ کتاب اپنے خاص موضوع میں انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر خطیب اور مبلغ کے مطالعہ میں رہنے کے لائق ہے۔

(۷)

مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین

قادیانیت کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور نبی کریمؐ کے متعلق جھوٹ پر ہے۔ قادیانی خوف خدا سے بے نیاز ہو کر قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی خود ساختہ تشریح کرتے ہیں، ایسے معانی لکھتے ہیں جو چودہ سو سال میں کسی عالم نے نہیں لکھے، بیسیوں بزرگ علماء پر وہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے، اسی طرح صحابہ کرامؓ سمیت بیسیوں افراد پر وہ اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھنے کی تہمت لگاتے ہیں۔ جھوٹ بول بول کر انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کو گمراہ کیا اور قادیانی بنایا ہے (العیاذ باللہ)۔

۱۹۵۳ء میں قادیانیوں نے روزنامہ الفضل چناب نگر (ربوہ) کا خاتم النبیینؐ نمبر شائع کیا، اس میں انہوں نے درج ذیل حضرات پر تہمت لگائی کہ یہ حضرات حضور علیہ السلام کو آخری نبی نہ سمجھتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت سیدنا علیؓ، شیخ محی الدینؒ ابن عربی، امام راغب اصفہانیؒ، مولانا جلال الدینؒ رومی، ملا علی قاریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مولانا عبدالحئیؒ لکھنویؒ۔

مولانا محمد نافع مدظلہ نے ان حضرات کے متعلق مدلل بحث کی اور یہ ثابت کیا کہ یہ حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قادیانی ان حضرات کے متعلق جو لکھتے ہیں وہ خلاف حقیقت اور سفید جھوٹ ہے۔ مولانا محمد نافع مدظلہ نے روزنامہ الفضل کے پیش کردہ مغالطوں کے جواب میں ایک مختصر کتابچہ لکھا جس کا نام تھا "مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین" یہ کتابچہ بہت مفید ثابت ہوا اور مسلمان قادیانی گمراہیوں کا شکار ہونے سے بچ گئے والحمدللہ علی ذلک۔

طبع دوم کی تفصیل

احقر راقم الحروف حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ کا شاگرد اور پرانا نیاز مند ہے۔ آپ نے طبع دوم کے لیے مزید مواد تیار کر رکھا تھا لیکن اپنی معذوری کی وجہ سے اسے ترتیب نہ دے سکتے تھے۔ کتابچہ پر مکمل نظر ثانی، مناسب اضافہ جات اور از سر نو ترتیب کے لیے آپ نے احقر پر اعتماد فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ یہ کام کرو۔ احقر نے اپنی سعادت سمجھ کر اس کام کی تکمیل کو اپنا فرض جانا اور دو تین ماہ کی محنت شاقہ سے اسے مکمل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جو آپ نے پسند فرمایا اور طبع دوم کے لیے تقریظ بھی مرحمت فرمائی۔ احقر نے گزشتہ صفحہ پر تحریر کردہ شخصیات میں سے ہر ایک شخصیت کے متعلق حضرت استاذ مکرم مدظلہ کی تحقیقات پر مزید حوالہ جات کا اضافہ کیا اور انہیں استدراک کے عنوان کے تحت نقل کیا۔

تتمہ بحث

اس عنوان کے تحت احقر نے درج ذیل شخصیات کے متعلق قادیانی شبہات کا موثر جواب دیا۔

۱۔ امام ابن حجر الھیثمیؒ ۲۔ شیخ سید عبدالکریمؒ جیلی

۳۔ علامہ عبدالوہابؒ شعرانی

ضمیمہ جات

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے طبع دوم کے لیے درج ذیل ضمیمے تجویز فرمائے۔

ان کے درج ذیل عنوانات ہیں:

ضمیمہ۱: (۱) ہبیرہ بن بریم کی روایت اور اس پر کلام

(۲) امام مالکؒ کی طرف ایک غلط انتساب (۳) ابن حزمؒ کا تفرد

(۴) بعض مصری علماء کے مغالطات اور ان کا جواب

ضمیمہ۲: مسئلہ نسخ اور امت مرزائیہ

ضمیمہ۳: مدعیان نبوت کے حالات

مسیلمہ کذاب سجاح بنت الحارث اسود عنسی طلیحہ اسدی

ان تحقیقات و ضمیمہ جات کے اضافہ کے باعث کتاب اب ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے جو دارالکتاب اردو بازار لاہور نے جنوری ۲۰۰۷ء میں معیاری کاغذ اور جلد بندی کے ساتھ شائع کی ہے۔

⑧

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ

حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنا ایماندار بننے کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے کہ بمطابق حدیث نبویؐ صحابہ کرامؓ سے محبت، حضورؐ سے محبت ہے اور صحابہ کرامؓ سے بغض، حضورؐ سے بغض ہے۔ قرآن وحدیث عظمت صحابہؓ کے تذکرہ سے بھری ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود بعض مخصوص طبقات حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ سے بغض رکھنا فرض سمجھتے ہیں اور ان حضرات کے متعلق مسلسل غلط فہمیاں پھیلاتے رہتے ہیں۔

حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی آل و اولاد کے متعلق تو بہت سے سنی کہلانے والے بھی منفی جذبات رکھتے ہیں حالانکہ حضورؐ کا فرمان ہے الاسلام یھدم ما کان قبلہ، اسلام لانے سے قبل از اسلام کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ حیرت انگیز امر ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے تو حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ کا اسلام قبول کرلیا اور فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ حکم جاری کیا جو شخص دار ابی سفیان میں داخل ہوجائے اسے امان حاصل ہے لیکن بہت سے لوگ اس کے باوجود ان کے ایمان کو مشکوک سمجھتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ سوءظن رکھتے ہیں اور اس بدگمانی کے سبب وہ اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں یا کم از کم خطرہ میں ضرور ڈال لیتے ہیں۔

حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی آل و اولاد کے متعلق غلط کار لوگوں کی پھیلائی ہوئی دھند کو صاف کرنے کے لیے مخدوم العلماء حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے زیر نظر کتاب لکھی ہے جو کہ ۱۹۸۳ء بمطابق ۱۴۰۳ھ میں لکھی گئی۔ یہ کتاب ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے جو کہ مختصر ہونے کے باوجود مواد کے اعتبار سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس مختصر کتاب میں وہ مواد آگیا ہے جو بڑی کتابوں میں بھی یکجا نہیں ملتا۔ آغاز کتاب میں عظمت صحابہ کرام کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

نام ونسب اور رشتہ داری

اس عنوان کے تحت فاضل مصنف مدظلہ نے مفصل تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوسفیان کا شجرہ نسب چوتھی پشت میں حضورؐ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ، امہات المومنین میں سے ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمانؓ کی پھوپھی ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کا یہ واقعہ بہت معروف ہے کہ ان کے والد بحالت کفر ایک دفعہ مدینہ منورہ پہنچے اپنی بیٹی سے ملنے گئے اور حضورؐ کے بستر پر بیٹھنا چاہا لیکن حضرت ام حبیبہ نے تیزی سے بستر لپیٹ دیا اور کہا آپ مشرک ہیں نبی کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ حضرت ابوسفیانؓ کی دوسری رشتہ داری خاندان نبوت سے یہ تھی کہ میمونہ بنت ابی سفیان کی دختر لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی حضرت امام حسینؓ کی اہلیہ محترمہ تھی جن سے علی اکبرؓ پیدا ہوئے جو کہ شہدائے کربلا میں سے ایک ہیں۔

بعض اہم عنوانات

حضرت ابوسفیان کا قبول اسلام، آپ کی غزوات میں شرکت، مجاہدانہ کارنامے اور پرخلوص قربانیاں، حضرت ابوسفیان پر اعتماد نبوی، غزوہ طائف میں شرکت اور ایک آنکھ کی قربانی، حضرت ابوسفیان کا بت شکنی کے لیے انتخاب، قضائے دین کے لیے حضرت ابوسفیان کا تعین، تقسیم مال میں حضرت ابوسفیان پر اعتماد نبوی، ہدایا کا تبادلہ، صلح کے معاہدہ میں حضرت ابوسفیان کی شہادت، نجران کے صدقات پر حضرت ابوسفیان کا عامل بنایا جانا، حضرت ابوسفیان کا ایک مرتد کو قتل کرنا، جنگ یرموک میں مجاہدانہ مساعی، حضرت ابوسفیان کا بڑا مخلصانہ مشورہ، منصب القاص کا تعین، حضرت ابوسفیان کے ایمان افروز خطبے، یرموک میں چشم دیگر کی قربانی، آپ کے حسن اسلام کی شہادت، آپ کی روایات، آپ کے آخری اوقات، شبہات کا ازالہ از بعض روایات، ان عنوانات کے تحت حضرت ابوسفیان کی زندگی کے اہم پہلو ذکر کیے گئے ہیں۔

قواعد وضوابط

صفحہ ۵۹ پر حضرت مدظلہ نے صحابہ کرامؓ کے متعلق روایات کو قبول کرنے، نہ کرنے کے حوالہ سے چند اہم قواعد وضوابط بیان کیے ہیں، جن کو اپنائے بغیر صحابہ کرامؓ کے متعلق محتاط روّیہ اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

چند شبہات کا ازالہ

حضرت ابوسفیان کی سوانح کے آخر میں مصنف مدظلہ العالی نے آپ کے متعلق مخالفین کے چند اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔

ازواج واولاد

کتاب کے صفحہ ٦٨ پر حضرت ابوسفیانؓ کی ازواج واولاد کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔

تذکرہ حضرت ہندؓ بنت عتبہ

حضرت ہندؓ، حضرت ابوسفیانؓ کی اہلیہ اور حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہیں۔ اسلام لانے سے قبل بڑی شدت کے ساتھ دین اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہیں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں ان کا اسلام لانا حضورؐ نے قبول فرمایا اور انہیں دوسری مسلم خواتین کے ساتھ بیعت کرنے کا شرف بھی بخشا۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک بت رکھا ہوا تھا جس کی وہ پوجا کیا کرتی تھیں، قبول اسلام کے بعد آپ نے کلہاڑا لے کر اسے پاش پاش کر دیا۔ حضورؐ کا فرمان ہے **الاسلام یھدم ماکان قبلہ** قبولِ اسلام سے قبل از اسلام کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لیے حضرت ہند کے دین اسلام کی مخالفت کرنے کے واقعات کا تذکرہ کرنا اور ان واقعات کی بنیاد پر ان سے بغض رکھنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

نبی کریمؐ نے خود بھی حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت ہندؓ کے قبول اسلام کے بعد زمانہ جاہلیت کے واقعات کا ان کے سامنے کبھی تذکرہ نہیں فرمایا بلکہ ان سے مشفقانہ رویہ اختیار فرمایا اور یہ رویہ مسلسل برقرار رکھا۔ حضرت ابوسفیانؓ کے پورے گھرانے نے جنگ یرموک میں جان و مال کی قربانی پیش کی۔ حضرت ہندؓ کا ۱۴ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان

آپ حضرت امیر معاویہ کے سوتیلے بھائی اور عمر میں ان سے بڑے تھے۔ آپ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور غزوہ حنین میں شرکت کی سیرت نگار حضرات حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان کو کاتبانِ وحی میں شمار کرتے ہیں۔ حضورؐ نے انہیں علاقہ تیماء پر امیر مقرر فرمایا آپ سے کتب سیر میں کئی روایات منقول ہیں۔

جب ۱۳ھ کے آغاز میں ملک شام کی طرف اسلامی لشکر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو اسلامی فوج کے ایک حصہ کا سالار مقرر فرمایا۔ امیر لشکر کی حیثیت سے حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اسے بھی کتاب میں نقل کیا گیا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں اہل شام کی دینی تعلیم کے لیے حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان کے طلب کرنے پر حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودرداء اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم کو بھیجا گیا جنہوں نے ملک شام میں بڑے اچھے طریقہ سے دین کی اشاعت کی۔ حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان نے شام، اردن اور فلسطین وغیرہ علاقوں کی فتح میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کا ۱۹ھ میں ملک شام میں انتقال ہوا تو حضرت عمر فاروق نے ان کی جگہ حضرت معاویہؓ کو شام کا گورنر مقرر فرمایا۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی والدہ صفیہ بنت العاص، حضرت عثمان بن عفان کی پھوپھی اور حضرت ام حبیبہؓ حضرت معاویہ اور حضرت یزید کی سوتیلی بہن تھیں جسے اصطلاحاً علاتی بہن کہتے ہیں۔

آپ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا اور ان سے حبیبہ نامی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کی طرف نسبت کر کے آپ ام حبیبہ کہلاتی ہیں۔ آپ نے اپنے خاوند کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں جا کر عبیداللہ مرتد ہو کر عیسائی بن گیا اور اسی حالت میں وہاں فوت ہو گیا۔

۷ھ کی ابتدا میں حضورؐ نے نجاشی کی طرف حضرت ام حبیبہ سے نکاح کے لیے پیغام بھیجا جو کہ انہوں نے قبول کر لیا اور اپنے قریبی رشتہ دار خالد بن سعید بن العاص بن امیہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح حضورؐ سے کر دیا اور چار سو دینار حق مہر مقرر کیا اور یہ رقم اپنی طرف سے ادا کی اور حضرت ام حبیبہؓ کو حضور کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ آپ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نسب کے اعتبار سے دیگر ازواج مطہرات کی نسبت حضورؐ کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کا حق مہر بھی دیگر ازواج کی مطہرات کی نسبت سب سے زیادہ تھا۔

آپ سے ۶۵ روایات مروی ہیں۔ آپ کا ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حرفِ آخر

اس مختصر کتابچہ کے لیے بھی حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے اہل سنت کی ۴۶ کتب اور اہل تشیع کی ۴ کتابوں سے استفادہ کیا اس سے کتاب کے بلند پایہ ہونے کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔